# سیرت نبویؐ

مؤلف

ولی فقیہ حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ

سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

ناشر

معراج کمپنی لاہور

نام کتاب ............ سیرت نبویؐ

مؤلف ............ ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی الحسینی الخامنہ ای مدظلہ العالی

اردو تصحیح ............ مجاہد حسین حرؔ

پروف ریڈنگ ............ خانم آر چوہدری

کمپوزنگ ............ قائم گرافکس۔جامعہ علمیہ۔ڈیفنس فیز ۴

ناشر ............ معراج کمپنی لاہور

ہدیہ ............

ملنے کا پتہ

# معراج کمپنی لاہور

بیسمنٹ میاں مارکیٹ، غزنی سٹریٹ اردو بازار۔لاہور

**0321-4971214،042-37361214**

محمد علی بک ایجنسی اسلام آباد

**0333-5234311**

# انتساب

خاتم الانبیاء

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے غلاموں

کے نام

# عرض ناشر

حمد ہے اس ذات کے لئے جس نے انسان کو قلم کے ساتھ لکھنا سکھایا اور درود و سلام ہو اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جسے اس نے عالمین کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا اور سلام و رحمت ہو ان کی آل پر جنہیں اس نے پورے جہاں کے لئے چراغ ہدایت بنایا۔

جب سے ادارہ قائم کیا ایک خواہش تھی کہ آقائی رہبر معظم سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی کتابیں شائع کی جائیں لیکن مصروفیات اور کچھ آقائی موصوف کی کتب کی غیر دستیابی کی بنا پر اس خواہش کی تکمیل میں تاخیر ہوئی۔ لیکن اب الحمد للہ جناب مولانا مجاہد حسین حرؔ صاحب نے رہبر معظم کی کتب فراہم کرنے کی ذمہ داری لی اور انہوں نے خدا کی بارگاہ سے امید ظاہر کی ہے کہ انشاء اللہ سو (۱۰۰) سے زائد کتب فراہم کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ اور ان کی اس سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔

"سیرت نبویؐ" ولی فقیہ حضرت آیت اللہ سید علی خامنہ ای مدظلہ العالی کی ایک ایسی کتاب ہے جس میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو انتہائی خوبصورت پیرائے میں

بیان کیا گیا ہے۔

زیر نظر کتاب کی اشاعت ہمارے لئے کسی بڑے اعزاز سے کم نہیں ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی اور اسلامی تعلیمات کے فروغ اور دین الٰہی کی نشر و اشاعت کے لئے کام کر رہے ہیں، ہماری دعا ہے رب العزت تمام امت مسلمہ کو عزت و سربلندی عطا فرمائے اور ہم سب کو ہر طرح کی بداخلاقی اور دیگر آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

ادارہ معراج کمپنی شیخ محمد باقر امین صاحب کی دادی مرحومہ کے نام پر قائم کیا گیا ہے۔ مومنین کرام سے درخواست ہے کہ مرحومہ کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ادارہ

# فہرست کتاب

## چہل احادیث خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# اپنی بات

حضور نے فرمایا:

**إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.** [1]

لفظ "إِنَّمَا سے وضاحت ہوتی ہے کہ بنیادی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد ہی اخلاقیات کو کمال بخشنا ہے۔ اصل مقصد یہی ہے باقی تمام امور مقدمہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

**لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.**

تا کہ انسانوں کے درمیان اخلاقی خوبیاں کامل ہو جائیں، اسے رشد حاصل ہو، سب اس سے بہرہ مند ہوں اور ہم سب انسان بن جائیں۔ [2]

آج ہماری قوم کو پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ان کی ہدایت کی، ان کی بشارت کی اور ان کے اِنذار کی ضرورت ہے، ان کے پیغامات، ان کی معنوی رہنمائیوں کی، اور اس رحمت کی ضرورت ہے جس کے ذریعہ آپ نے بنی نوع انسان کی تعلیم و تربیت فرمائی۔ عصر حاضر میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی امت اور تمام انسانیت کے لئے جو پیغام ہے وہ علم وقوت، اخلاق وکرامت، رحمت ورافت، جہاد وعزت اور صبر واستقامت کا پیغام ہے۔ ہماری قوم کو چاہئے کہ وہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغاموں کو دہرائے اور انہیں سرمشق حیات قرار

---

[1] بحار الانوار جلد ۶۷ ص ۳۷۲

[2] اسلامی حکومت کے عہدیداروں سے رہبر انقلاب کا خطاب، ۱۳۷۵/۵/۱۳

دیتے ہوئے اپنی زندگی میں نافذ کرے۔ ہماری قوم مکتب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور درس محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شاگردی پر فخر کرتی ہے۔ ہمیں رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درس اخلاق، درس عزت، درس تعلیم، درس رحمت وکرامت اور درس وحدت واتحاد کو سرمشق حیات قرار دینا چاہئے۔ [۱]

ہمارا اسلامی معاشرہ اس وقت حقیقی معنوں میں کامل اسلامی معاشرہ بن سکتا ہے جب وہ اپنی رفتار وکردار کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نقش قدم کے مطابق کرلے۔ یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کردار سے بطور کامل اپنا کردار ملا لینا ممکن نہیں ہے لیکن کم ازکم شباہت تو حاصل کی ہی جاسکتی ہے، ایسا نہ ہو کہ ہماری زندگی کا چلن حیات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالف ہو بلکہ ضروری ہے کہ راہ وہی راہ ہو۔ [۲]

## انحطاط کے اُس دور میں

تاریخ گواہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اس دور میں ہوئی جب انسانیت دو صفتوں سے متصف تھی۔ ان دو میں سے ایک تو یہ کہ ماضی کی بہ نسبت اس دور کے انسان علمی، عقلی اور فکری لحاظ سے کافی ترقی یافتہ تھے۔ ان کے درمیان فلاسفہ، دانشور، ماہرین حساب، اطباء، انجینئر موجود تھے، بڑی تہذیبیں اور ثقافتیں وجود میں آچکی تھیں۔ اس طرح کی ثقافت ومدنیت بغیر علم کے تو وجود میں آنہیں سکتی! مغربی تمدن، مشرقی تمدن، چینی تمدن، مصری تمدن اور دیگر بڑی ثقافتیں یعنی مدنیت کے لحاظ سے انسان اوج پر تھا۔ یہ تھی ایک خصوصیت۔

دوسری خصوصیت جو گزشتہ خصوصیت کے ساتھ انتہائی عجیب وغریب محسوس ہوتی ہے وہ یہ کہ انسان اس دور میں ماضی کے مقابلے اخلاقی لحاظ سے انحطاط وپسماندگی کی ظلمتوں میں

---

[۱] نئے سال ۱۳۸۵ کی آمد پر رہبر انقلاب کا پیغام، ۲۸-۱۲-۱۳۸۵

[۲] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۰-۷-۵

گرفتار تھا۔علم ودانش کی بلند چوٹیوں کوسر کر لینے والا یہی انسان؛تعصّبات،خرافات،خودغرضی اور ظلم وستم کا اسیر تھا۔ظالم وجابر اور مخالف انسانیت حکومتوں کا شکار تھا۔دنیا پر کچھ اسی طرح کے حالات حاکم تھے۔اگر تاریخ کا مشاہدہ کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس دور میں پوری انسانیت اسیر تھی۔

حضرت امیر المومنین فرماتے ہیں:

فِي فِتَنٍ دَاسَتْهُمْ بِأَخْفَافِهَا وَ وَطِئَتْهُمْ بِأَظْلَافِهَا وَ قَامَتْ عَلَى سَنَابِكِهَا۔ [۱]

فتنہ وفساد،مشکلات،قتل وغارتگری اور گھٹن کے اس دور میں انسانیت ایک سخت زندگی گزارنے پر مجبور تھی۔

اسی خطبہ میں آپ فرماتے ہیں کہ

نَوْمُهُمْ سُهُودٌ.

لوگوں کی آنکھوں کے لئے چین کی نیند حرام ہو چکی تھی۔ [۲]

## مرکزی نقطہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام،ان کی یاد،محبت اور حرمت وتعظیم ہر دور میں تمام مسلمانوں کے اتحاد کا مرکزی اور اصلی نقطہ رہی ہے۔دائرہ دین میں اس کے علاوہ کوئی دوسرا نقطہ نہیں جو عقلی، عاطفی،روحی،معنوی،اخلاقی اور دیگر تمام جہتوں سے تمام فرقوں اور تمام مسلمانوں کے لئے توافق وتفاہم کا مرکز ومحور بن سکے۔

قرآن، کعبہ، واجبات، عقائد سب مشترک ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک انسانی

---

[۱] نہج البلاغہ،خطبہ ۲

[۲] عہدیداران حکومت اور عوام کے مختلف طبقوں سے خطاب، ۲۷ ۱۳-۶-۱۴

شخصیت کے کسی ایک پہلو کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے بعنوان مثال عقیدہ، محبت، روحی میلان، تقلیدی کیفیت، عملی اتباع وغیرہ ان میں سے اکثر چیزوں کے بارے میں مختلف افکار ونظریات پائے جاتے ہیں لیکن جس نقطہ پر تمام مسلمانان عالم عاطفی رجحان اور قلبی میلان سے بالاتر، فکرو عقیدہ اور اتحاد و ہمدلی کی بنیاد پر اتفاق رکھتے ہیں؛ وہ حضرت ختمی مرتبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مقدس ہے۔ یہ عظیم الشان نعمت ہے۔اس نقطہ نظر کو اہمیت دینا چاہیئے اس محبت میں روز بروز اضافہ ہونا چاہیئے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق معنوی وروحی رجحان کو مسلمانوں کے ذہن اور لوگوں کے قلوب میں مزید مستحکم کرنے کی ضرورت ہے۔[۱]

## نیک اخلاق کا صحیح مفہوم

ہمارے پورے معاشرہ اوراس کے ایک ایک فرد پرلازم ہے کہ وہ خودکواس اصل سے روز بروز نزدیک کرے جس کے لئے حضرت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کمر ہمت کسی اور بے پناہ سعی وکوشش کی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلیٰ مقاصد کو ایک جملہ میں نہیں سمویا جاسکتا تاہم اتنا ضرور ہے کہ ان اغراض ومقاصد کے نمایاں پہلوؤں کو اپنی زندگی کے مختلف مراحل کے لئے سرمشق قرار دیا جاسکتا ہے۔

ان میں سے ایک پہلو مکارم اخلاق کی تکمیل ہے:

بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ.[۲]

نیک اخلاق وکردار کو اپنائے بغیر معاشرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلی مقاصد تک رسائی

---

[۱] عید بعثت کے موقع پر چالیس ملکوں کے قاریان قرآن سے خطاب، ۶۸-۱۳-۱۲-۴

[۲] بحارالانوار جلد ۶۷، ص ۳۷۲

حاصل نہیں کرسکتا۔صرف نیک اخلاق اورحسن خلق ہی فرداور معاشرہ کواعلی مراتب تک پہنچا سکتا ہے۔واضح رہے کہ نیک اخلاق صرف لوگوں سے خوش رفتاری میں منحصر نہیں ہوتا بلکہ اس سے مراد اپنے وجود میں نیک صفات اور عالی اخلاق کی پرورش اوراپنے عمل کے ذریعہ اس کا اظہار ہے۔ جس معاشرہ کے افراد حسد، بغض، حرص، بخل، حیلہ گری اور کینہ پروری جیسے پست اوصاف سے متصف ہوں تو قانون کے سخت نفاذ کے باوجود بھی ایسا سماج سعادت سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔اگر علم وٹیکنالوجی اپنے عروج پر ہو، مدنیت اپنے کمال پر ہو پھر بھی یہ سماج مثالی سماج نہیں کہلائے گا۔

جس معاشرہ میں ایک انسان دوسرے انسان سے خائف ہو، ایک انسان دوسرے سے حسد کا شکار ہو، دوسرے کے بغض و کینہ اوراس کی سازشوں سے خوفزدہ ہواس میں آرام و آسائش کا نام ونشان بھی نہ ہوگا،لیکن اگر کسی سماج میں عوام کے قلب وروح پر اخلاقی فضائل کی حکمرانی ہو،لوگ ایک دوسرے کے لئے مہربان ہوں، دلوں میں عفو وبخشش کے لئے جگہ ہو، مال دنیا کا لالچ نہ پایا جاتا ہو، اپنے پاس موجود اشیاء کی نسبت بخل نہ ہو، ایک دوسرے سے حسد نہ کریں، ایک دوسرے کی ترقی کی راہوں میں رکاوٹ نہ بنیں اورلوگوں میں صبر وبردباری کا بول بالا ہوتو ایسا سماج اگر مادی لحاظ سے بہت زیادہ ترقی یافتہ نہ بھی ہو،تب بھی اس کے افراد آرام و آسائش،سکون واطمینان اورسعادت وخوش بختی سے ہمکنار ہوں گے۔ یہ ہے حقیقی اور واقعی نیک اخلاق۔ہمیں اسی کی ضرورت ہے۔

ہمیں اسلامی اخلاق وکردار کوروز بروز اپنے دل وجان اورقلب وروح میں پروان چڑھانا چاہئے۔ اگرچہ بلاشک وتردید اسلام کے انفرادی اور اجتماعی احکام وقوانین انسانی سعادت کا وسیلہ ہیں لیکن ان قوانین کے نفاذ کے لئے بھی نیک اخلاق کی ضرورت ہے۔ [1]

---

[1] بسیجیوں سے ایک ملاقات کے دوران خطاب، ۱۳۸۵-۱-۶

## پھر اس طبیب کا قصور کیا ہے؟!

بعثت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد؛ انسان کی نجات ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دین مبین اسلام نے جو کچھ بھی لوگوں کو دیا ہے وہ ہر دور کے انسانوں کے لئے شفا بخش نسخہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک ایسا نسخہ جو جہالت، ظلم، جانبداری، مقتدر لوگوں کے ہاتھوں ناتوانوں کے حقوق کی پامالی اور ان تمام رنج والم سے جن میں انسان آغاز آفرینش وخلقت سے ہی مبتلا رہا ہے مقابلہ کرنا سکھاتا ہے۔ تمام دیگر نسخوں کی طرح اگر اس نسخہ پر بھی صحیح عمل کیا گیا تو نتیجہ بھی ضرور حاصل ہوگا اور اگر اس پر عمل نہ ہوا، اسے صحیح نہ سمجھا گیا یا پھر اس پر عمل پیرا ہونے کی جرأت نہ دکھائی گئی تو پھر وہ کالعدم ہو جائے گا۔

دنیا کا سب سے بہترین طبیب بھی اگر آپ کو کوئی نسخہ لکھ کر دے لیکن آپ اسے نہ پڑھ سکیں یا غلط پڑھیں یا پھر اس پر عمل نہ کریں تو بیماری سے نجات نہیں ملے گی۔ اس میں اس ماہر طبیب کا کیا قصور ہے؟! [۱]

## اقدام از روز اول

**یعلمھم الکتاب و الحکمۃ** [۲] کا مطلب یہ ہوا کہ کتاب وحکمت کا علم پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود میں اپنے پورے کمال کے ساتھ موجود ہے۔ **یزکیھم** اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ آپ کا وجود مطہر بشری وانسانی طبیعت کی آخری ممکنہ حد تک پاک وطاہر ہے اور

---

[۱] اسلامی جمہوریہ کے عہدیداروں اور کارندوں سے خطاب، ۱۳-۱۱-۱۳۷۰

[۲] سورہ جمعہ ۲

اسی بنیاد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے عالم وجود کو تزکیہ کی شاہراہ پر گامزن کرنے کی قوت وتوانائی کے حامل ہیں۔

یہ ایک ایسا طرہ امتیاز ہے جس سے دنیا کے مختلف مکاتب کے رہنما اور گوناگوں فلسفی، سیاسی، اجتماعی تعالیم وتفکرات کے بانی محروم ہیں۔ اس طرح کے افراد کے ذہن میں کوئی بات سماتی ہے، ان کے تصورات کی دنیا انگڑائی لیتی ہے اور وہ انہی خود ساختہ خیالات کو معاشرہ کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ معاشرہ کے بعض لوگ اس تعلیم کو حاصل کر لیتے ہیں جبکہ بعض اسے فراموشی کے پلندے میں ڈال دیتے ہیں لیکن انبیاء علیہم السلام کی راہ اس سے مختلف ہے جہاں ابتدا ہی سے تحرک ہے، اقدام ہے اور جس کا آغاز ہی وہ شعائر ہیں جو ان کی مقدس زبان اور طاہر عمل کے ذریعہ ظاہر ہوتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ اس پر استوار تھی۔ ابتدا ہی سے تعلیم وتزکیہ اور قسط وعدل کے ذریعے انسانیت ہی کی راہ میں قیام کا آغاز تھا۔ [۱]

## اعلیٰ انسانی اخلاقی پرچم لہرانا

بعثت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درحقیقت اس رسالت کا پرچم لہرانے کا نام ہے جس کی خصوصیات انسانیت کے لئے ممتاز و بےنظیر ہیں۔ بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم ومعرفت کا پرچم لہرایا ہے۔ بعثت کا آغاز اقراء سے ہوا۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ. [۲]

اور اس کا دوام "اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ" [۳] کی

---

[۱] عید بعثت کے موقع پر حکومتی کارندوں سے خطاب، ۷۴-۱۴-۹-۲۹

[۲] سورۂ علق: ۱

[۳] سورۂ نحل: ۱۲۵

بنیاد پر رہا۔ یعنی دعوت وحکمت ساتھ ساتھ۔ اسلامی دعوت کا حقیقی معنی عالمی سطح پر تاریخ کے ہر دور میں حکمت کو وسعت دینا اور اسے عام کرنا ہے جس طرح بعثت عدل و انصاف کی سر بلندی اور مومنین و بندگان خدا کے درمیان عدل کے قیام کا نام ہے اسی طرح رسالت؛ انسانی اخلاق کا پرچم لہرانے کا نام ہے۔

بُعِثۡتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الۡأَخۡلَاقِ. [1]

خداوند عالم، پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ. [2]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بعثت میں وہ تمام چیزیں موجود ہیں جن کی انسان کو تمام زمانوں اور تمام شرائط وحالات میں ضرورت ہے۔

علم ومعرفت، حکمت ورحمت، عدل وانصاف، برادری و برابری اور تمام بنیادی چیزیں جن پر انسانی زندگی کی سلامتی و بقاء موقوف ہے۔ اس کے باوجود کہ دین اسلام میں جہاد مقرر کیا گیا ہے جس کا مطلب تسلط پسند اور جارح طاقتوں سے مقابلہ ہے (یہ الگ بات ہے کہ بعض اسلام دشمن عناصر نے جہاد کی بنیاد پر اسلام کو شمشیر کے دین کا عنوان دے دیا ہے۔) وہی اسلام فرماتا ہے:

وَإِنۡ جَنَحُوا لِلسَّلۡمِ فَاجۡنَحۡ لَها- وَتَوَكَّلۡ عَلَى اللهِ. [3]

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر صلح کے حالات موجود ہوں تو پھر اسے جنگ پر ترجیح حاصل ہے۔ [4]

---

[1] بحارالانوار جلد ۶۷، ص ۳۷۲

[2] سورۂ انبیاء: ۱۰۷

[3] سورۂ انفال: ۶۱

[4] عید بعثت کے موقع پر حکومتی عہدیداروں اور کارندوں سے خطاب، ۱۳۸۰-۷-۲۳

# عزم راسخ اور سعی مستقل

بعثت کے بعد پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وقت ندائے توحید بلند کی جب دنیا کا گوشہ گوشہ کفر وظلم، فساد وفحشاء اور اسی طرح کی دیگر مشکلات سے دوچار تھا۔ آپؐ کی یہ عظیم تحریک آپؐ کی زندگی کے تیرہ برسوں میں حیرت انگیز ترقیاتی مراحل طے کرتی رہی اور ان تیرہ برسوں کے بعد شہر مدینہ میں اسلامی امت کی بنیاد ڈالی گئی۔ مستحکم ایمان، ہمہ گیر تعلیم وتربیت، عزم راسخ اور سعی مستقل کی بنیاد پر یہ اسلامی امت اپنی ابتدائی حیثیت سے گزرتی ہوئی اس مقام پر پہنچی جس کا مشاہدہ ہم چوتھی، پانچویں صدی ہجری میں کرتے ہیں۔ یہ وہ اوصاف تھے جنھوں نے ہجرت کے ابتدائی برسوں میں مدینہ کی صرف چند ہزار کی تعداد پر مشتمل اسلامی امت کو چوتھی، پانچویں صدی ہجری تک ایک باعظمت اور طاقتور، عزت دار اور سربلند قوم میں تبدیل کر دیا اور اسے علم وحکمت کے بے مثال مرکز ومنبع کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے۔

اس کے بعد اسی اسلامی امت نے اپنے مختلف نشیب وفراز سے گزرنے کے دوران جب جابجا ان تعلیمات سے غفلت برتی تو شکست و پسماندگی سے روبرو ہوئی۔ جب اس امت نے علم، اخلاق، اجتماعی روابط، معنوی اقتدار، عزت واتحاد اور سب سے بڑھ کر عدل وانصاف سے چشم پوشی کی تو اس کی ترقی رک گئی اور پھر ایسی تنزلی آئی کہ جارح، تسلط پسند اور لالچی طاقتیں اسے ٹکڑوں میں تقسیم کر کے ایک دوسرے کو آپس میں دست بگریباں کرنے، ان پر مسلط ہونے اور ان کے سرمایوں کو چھین لینے میں کامیاب ہوگئیں۔ [۱]

---

[۱] عید بعثت کے موقع پر حکومتی عہدیداروں اور کارندوں سے خطاب، ۸۳ ۱۳ ـ ۶ ـ ۲۳

# نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات محور اتحاد

آج دنیائے اسلام کو تفرقہ و انتشار کا درد سب سے زیادہ ستا رہا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مقدس، عالم اسلام کے اتحاد و اتفاق کا محور قرار پا سکتا ہے کہ یہی نقطہ سب کے عقائد اور تمام انسانوں کے عواطف اور جذبات کا مرکز بن سکتا ہے۔ حضور کے وجود مقدس کی مانند ہم مسلمانوں کے پاس کوئی دوسرا جامع و واضح نقطہ نہیں اس لئے کہ ہر مسلمان آپؐ پر یقین رکھتا ہے اور اس یقین سے بڑھ کر ایک عاطفی اور معنوی رشتہ نے تمام مسلمانوں کے قلوب اور ان کے احساسات کو اس مقدس وجود سے متصل کر دیا ہے لہٰذا یہی وجود بہترین مرکز اتحاد ہے۔

یہ محض اتفاق نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں قرون وسطیٰ کے مستشرقین کے خاص غرض لئے ہوئے تجزیے و نظریات اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ان کی توہین کے مانند ان آخر کے چند برسوں میں بھی غیر مسلم اور مغربی مستشرقین نے آپؐ کی مقدس ذات کے سلسلہ میں گستاخیاں کی ہیں۔ قرون وسطیٰ کے مستشرقین اور مسیحی پادری اپنے مکتوبات، بیانات اور فنون لطیفہ کے پیرائے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں گستاخی کرتے تھے۔ اس دور کے بعد ایک طویل عرصہ تک اس طرح کی حرکتیں مشاہدہ میں نہیں آئی تھیں لیکن اب وہی زمانہ پھر پلٹ آیا ہے۔

دور حاضر میں دنیا کے اطراف و اکناف میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات پر میڈیا اور مطبوعات کا ایک انتہائی پلید اور پست حملہ مشاہدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ ایک سازش ہے۔ یہ عمل پہلے سے تیار کردہ منصوبوں کے تحت انجام پا رہا ہے اس لئے کہ دشمن اس مرکزی نقطہ سے خائف ہے، وہ بھی بخوبی جانتا ہے کہ مسلمان عقیدہ، محبت اور عشق کی بنیاد پر جس نقطہ پر جمع ہو سکتے ہیں وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کی شان میں ان کی گستاخی

عروج پر ہے۔[1]

# اسلام کی سب سے بڑی تبلیغ

کوئی انسان اس بات پر قادر نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کے پہلوؤں کو بطور کامل بیان کر سکے اور آپؐ کی سو فیصدی واقعی تصویر پیش کر سکے۔ حبیب خدا اور سرور انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں ہم جو کچھ جان سکے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی، باطنی اور معنوی وجود کی صرف ایک ہلکی سی جھلک ہے، لیکن اتنی ہی معرفت مسلمانوں کو شاہراہ کمال پر گامزن کر کے انہیں انسانی سعادت اور عظمت کی بلندیوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے کافی ہے، اسی طرح یہ معرفت اسلامی اتحاد کے سائے میں انہیں اس عظیم مرکز پر جمع کر سکتی ہے۔

دین مبین اسلام کی سب سے اہم تبلیغ یہی ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کو حق وحقیقت کے متلاشیوں کے لئے واضح طور پر پیش کریں۔ کیا اچھا ہوتا کہ اس سے پہلے کہ اسلام دشمن عناصر مختلف حربوں کے ذریعہ آپؐ کے مقدس چہرے کو مخدوش کریں خود ماہر و حاذق مسلمان اپنے مختلف فنون و ہنر کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کی تبلیغ کے لئے علمی، ثقافتی اور ہنری کام انجام دیتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو دنیا کے سامنے روشناس کرانا ضروری ہے اور صرف شخصیت بہ معنی زندگی ہی نہیں بلکہ آپ کے اخلاقیات، شیوہ حکومت، عبادت، سیاست، جہاد اور خاص کر تعلیمات وغیرہ جیسے مختلف پہلوؤں کو دنیا والوں کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں صرف کتابوں پر ہی اکتفا نہ کیا جائے بلکہ جدید

[1] ۲۱ ربیع الاول عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کے موقع پر حکومتی کارندوں سے خطاب، ۱۳۷۹-۳-۳۱

ٹیکنالوجی، ہنر وتکنیک اور دیگر نئی ایجادات کا استعمال کیا جائے اور یہ کام صرف اسلامی جمہوریہ ایران میں محدود نہ رہے بلکہ عالم اسلام کے گوشے گوشے میں یہ عمل انجام دیا جائے۔[1]

## معاشرہ کی تربیت کا نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طریقہ کار

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ کوئی حکم دے یا نصیحت کرے کہ لوگ نیک اخلاق کے حامل بنیں، راہ خدا میں ایثار وصبر واستقامت کا مظاہرہ کریں، ظلم نہ کریں اور عدل وانصاف کے قیام میں معاون ہوں۔ یہ حکم دینا، نصیحت کرنا اور تعلیم دینا ہوا۔ یہ بڑا اچھا کام ہے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تعلیم فرماتے تھے۔**یعلمھم** سے واضح ہوتا ہے کہ آپ لوگوں کو معرفت وزندگی کا درس دیتے تھے لیکن دوسرا طریقہ اس سے بھی بالاتر ہے یعنی خود معلم اپنے عمل اور کردار کے ذریعہ معاشرہ میں اسلامی فرائض واخلاق کا رنگ پیدا کردیتا ہے، لوگوں کے غلط عقیدوں کا مقابلہ کرتا ہے، جاہلانہ احساسات اور غیر اسلامی اخلاق وصفات کے خلاف قیام کرتا ہے اور زینہ بزینہ مناسب چیزوں کے ذریعہ وہ کارنامہ انجام دیتا ہے کہ معاشرہ کی فضا اور زندگی ان اخلاق وصفات کے ساتھ متصف ہوجاتی ہے۔ معاشرہ کی ترقی اور صحیح اسلامی اخلاق کے نفاذ کے لئے یہی شیوہ درکار ہے۔

شاید قرآن کی بعض آیتوں میں **یزکیھم** کا جملہ **یعلمھم** سے پہلے یا اس کے بعد آنے کا فلسفہ بھی یہی ہے اور تزکیہ سے مراد لوگوں کو پاک وطاہر بنانا ہے؛ ٹھیک اس طبیب کی طرح جو اپنے مریض کو صرف کسی کام کے انجام دینے یا ترک کرنے کی ہی ہدایت نہیں دیتا بلکہ اس کے علاوہ اسے ایک خاص مقام پر رکھ کر اس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے اور جو چیزیں اس

---

[1] اسلامی اتحاد کانفرنس کے مہمانوں سے خطاب، ۱۳۶۸-۷-۲۴

کے لئے مضر ہیں انہیں اس سے دور رکھتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۳ برس پر مشتمل اپنے زمانہ نبوت میں اور بالخصوص اس دور میں یہی شیوہ اختیار کئے رکھا جو مدینہ کی زندگی، اسلامی حاکمیت اور اسلامی حکومت کی تشکیل کا دور تھا۔[۱]

## محبت، تعاون اور برادری کی فضا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

لا يبلغني أحد منكم عن أحد من أصحابي شيئا فانّي أحبّ أن أخرج اليكم سليم الصدر.[۲]

لوگ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آتے تھے، ایک دوسرے کی برائیاں کرنے لگتے تھے، جھوٹی سچی سنانے لگتے تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اصحاب کے سلسلہ میں کوئی کسی طرح کی گفتگو نہ کرے۔ میرے پاس آ کر ایک دوسرے کی برائی نہ کرو میں چاہتا ہوں کہ جب لوگوں کے سامنے آؤں اور اپنے اصحاب کے درمیان رہوں تو سلیم الصدر یعنی پاک صاف دل اور بغیر کسی بدبینی اور بدگمانی کے ساتھ رہوں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ معاشرہ میں محبت و ہمدلی کی فضا قائم کریں تاکہ اس کا ایک ایک فرد ایک دوسرے کی نسبت مہربان رہے اور حسن ظن رکھے۔ آج ہماری ذمہ داری بھی یہی ہے۔ یعنی ضروری ہے کہ اسلامی معاشرہ میں مسلمان ایک دوسرے کی نسبت بے تفاوتی اور لاتعلقی کی حالت سے خود کو باہر نکالیں۔ اسلام کی نظر میں یہ ہرگز پسندیدہ عمل نہیں ہے کہ مسلمان ایک دوسرے سے لاتعلق رہیں، سب اپنی اپنی دنیا میں کھوئے رہیں اور کسی کو

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

[۲] سفينة البحار / ج2/693/ و أما الشفقة و الرأفة و الرحمة..... ص: 692

کسی سے کوئی مطلب نہ ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ایک اہم کام یہی تھا کہ اس لاتعلقی کی فضا کو محبت، تعاون اور برادری کے ماحول میں تبدیل کر دیں۔ آج ہمیں بھی اپنے نظام میں اسی چیز کی ضرورت ہے۔ [1]

## ریوڑ سے بچھڑا ہوا اونٹ

روایت ہے کہ ایک صحرانشیں عرب جو مدنیت، آداب معاشرت اور ابتدائی اخلاق زندگی سے بھی بے بہرہ تھا، اپنی اس صحرائی سخت مزاجی کے ساتھ مدینہ آیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب کے ہمراہ تھے۔ اس شخص نے آپؐ سے کچھ مانگا تو آپؐ نے اس کی مدد کر دی، مثال کے طور پر کھانا، پیسہ یا لباس عطا کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس صحرانشیں سے دریافت کیا کہ میں نے تمہارے ساتھ نیکی کی، کیا تم اس سے راضی ہو، خوش ہو؟

اس شخص نے اپنی صحرائی سخت مزاجی کی بنیاد پر بڑی صراحت کے ساتھ جواب دیا کہ نہیں! آپ نے کیا ہی کیا ہے؟ کوئی مہربانی نہیں کی اور جو آپ نے دیا ہے وہ تو کچھ بھی نہیں ہے!!

ظاہر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح کی سخت کلامی اور بے ادبی آپؐ کے اصحاب کو کب گوارا تھی! سب ناراض ہو گئے، بعض نے چاہا کہ اسی غصہ کے عالم میں اسے سبق سکھائیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں روکتے ہوئے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، میں خود مسئلہ کو حل کروں گا۔ آپؐ اپنے اصحاب سے جدا ہو کر اس صحرانشین کے ساتھ اپنے گھر تشریف لے گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب آپؐ اصحاب کے درمیان تھے تو اس وقت آپ کے پاس اس

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

سے زیادہ کچھ نہیں تھا ورنہ اور عطا فرماتے۔ آپؐ اسے اپنے گھر لے گئے اور دوبارہ اس کی حاجت پوری کی اور پھر دریافت کیا: اب تو راضی ہو؟

کہا: ہاں!

وہ شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق و حلم کو دیکھ کر شرمسار ہوا اور اپنی خوشنودی کا اظہار کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ابھی چند گھڑی پہلے تم نے میرے اصحاب کے سامنے ایسی باتیں کہیں جن کی وجہ سے وہ تم سے ناراض ہیں۔ اگر بہتر سمجھو تو میرے ساتھ چلو اور ابھی جو تم نے میرے سامنے خوشنودی کا اظہار کیا ہے وہ ان کے سامنے بھی کر دو۔

جواب دیا: جی ہاں! ضرور۔

آپؐ اسی دن شب میں یا دوسرے دن اس کے ساتھ اپنے اصحاب کے درمیان تشریف لائے اور فرمایا: اب یہ ہمارا صحرانشیں بھائی ہم سے خوش ہے۔ اس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے اپنی خوشنودی کا اظہار کیا اور چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اس اعرابی کی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو اپنے غول سے جدا ہو گیا ہو اور اِدھر اُدھر بھٹک رہا ہو اور تم میرے اصحاب اسے میری طرف پلٹانے کے لئے اس پر حملہ کرتے ہو اور چاروں طرف سے اس کے پیچھے دوڑتے ہو لیکن تمہارا یہ عمل اس کی وحشت میں اضافہ کا سبب بنتا ہے جس کی بنیاد پر وہ تم سے مزید دور بھاگتا ہے اور اسے پکڑنا اور زیادہ دشوار ہو جاتا ہے۔ جتنا تم نے اس اعرابی کو مجھ سے دور کر دیا تھا، اس سے زیادہ میں نے اسے دور نہیں ہونے دیا۔ محبت و نوازش کے ساتھ اس کے قریب گیا اور اسے اپنے حلقہ میں واپس لے لیا۔

یہ ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روش۔ [1]

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

# قریش کو معاف کردیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ بات بالکل پسند نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں اور مسلمانوں کے بیچ بغض وکینہ اور دشمنی پائی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ آپ لوگوں کے درمیان محبت کی فضا قائم کرنے میں کوشاں رہے۔ یہاں تک کہ جب اسلام کا دائرہ وسیع ہوا اور اس نے مکہ کو بھی اپنے دائرۂ میں لے لیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شہر کے باشندوں کو بھی معاف کر دیا جبکہ یہ وہی اہل مکہ تھے جنھوں نے آپؐ کو اپنے وطن سے ہجرت کر جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ وہی لوگ تھے جنھوں نے تیرہ برسوں تک آپؐ کو ستایا تھا۔ آپؐ کے ساتھ جنگیں کی تھیں، بہت سے مسلمانوں کو شہید کیا تھا۔ نتیجہ میں مسلمانوں نے بھی انہیں قتل کیا تھا۔ ایسی صورت میں اگر وہی حالات برقرار رہتے تو برسوں ان کے درمیان صلح وآشتی کی فضا قائم نہ ہو پاتی یہی وجہ تھی کہ جیسے ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد مکہ ہوئے، اعلان کر دیا:

أَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ.[۱]

یعنی میں تم سب کو معاف کرتے ہوئے آزاد کرتا ہوں۔

آپؐ نے قریش کو معاف کر دیا بات وہیں ختم ہوگئی۔[۲]

# طبیب، جو خود مریض کے پاس جائے

معنویت کی طرف رجحان پیدا کرنے اور اسے عروج بخشنے کے لئے میدان ہموار ہے،

---

[۱] قرب الاسناد (ط۔الحدیثۃ)/النص/384/احادیث متفرقۃ..... ص:342

[۲] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۲۸۔۷۔۱۳۶۸

بس کام اتنا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہمیں خود لوگوں کی تلاش میں جانا ہوگا۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک صفت اس طرح بیان کی گئی ہے:

طَبِيبٌ دَوَّارٌ بِطِبِّهِ قَدْ أَحْكَمَ مَرَاهِمَهُ وَأَحْمَى مَوَاسِمَهُ۔ [۱]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھوم گھوم کر طبابت کرنے والے طبیب کی مانند تھے۔ عام طور سے طبیب اپنے مطب میں بیٹھے رہتے ہیں اور مریض ان کے پاس جاتے ہیں لیکن انبیاء اس انتظار میں گھر نہیں بیٹھے رہتے تھے کہ لوگ ان کی طرف رجوع کریں بلکہ وہ خود لوگوں کی طرف جاتے تھے۔ وہ اپنے بستہ طبابت میں مرہم بھی رکھتے تھے، نشتر بھی رکھتے تھے اور زخم کو داغنے کا وسیلہ بھی ساتھ رکھتے تھے۔ [۲]

# سارے مسلمان بھائی بھائی

مدینہ منورہ میں وارد ہونے کے ابتدائی دنوں میں ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کام انجام دیئے ان میں سے ایک مسلمانوں کے درمیان عقد اخوت جاری کرنا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ہم سب بھائی بھائی ہیں، یونہی نہیں ہے بلکہ واقعی معنوں میں ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی اور سب ایک دوسرے کی گردن پر حق برادری رکھتے ہیں، ٹھیک اسی طرح جس طرح دو حقیقی بھائی ایک دوسرے پر کچھ حقوق رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے جامہ عمل پہنایا ہے۔ آپؐ نے دو دو مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور اس امر میں طبقاتی اور خاندانی فاصلوں اور بزرگان مدینہ وقریش کے امتیازات کا بھی لحاظ نہیں رکھا۔ ایک سیاہ فام غلام کو ایک رئیس کا اور ایک آزاد شدہ شخص کو ایک

---

[۱] نہج البلاغہ، خطبہ ۱۰۷

[۲] محکمہ پولیس کے عقیدتی سیاسی عہدیداروں سے خطاب، ۸۳-۱۳-۱۰-۲۳

رئیس زادہ کا بھائی بنا دیا۔ بہر حال اس اخوت و برادری کے مختلف پہلو تھے جن میں سے ایک اہم پہلو یہی تھا کہ تمام مسلمان ایک دوسرے کی نسبت جذبہ اخوت رکھیں۔ [1]

## حق شناسی

بادشاہ حبشہ نجاشی کا پیغام لے کر ایک وفد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں شہر مدینہ آیا۔ دنیا کے اطراف و اکناف میں موجود اکثر سلاطین کی طرح نجاشی بھی حبشہ کا غیر مسلم بادشاہ تھا۔ جب یہ وفد حضور کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ بنفس نفیس اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور ان کے استقبال اور مہمان نوازی میں مصروف ہو گئے۔ اصحاب نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہماری موجودگی میں آپ کیوں زحمت فرما رہے ہیں؟ آپ تشریف رکھئے، ہم ان کا استقبال کرنے کے لئے کافی ہیں۔

فرمایا: نہیں! جب مسلمان ہجرت کر کے حبشہ کی جانب گئے تھے تو وہاں کے بادشاہ نے اُن کا حد درجہ احترام و استقبال کیا تھا لہٰذا میں بھی وہی سلوک کرنا چاہتا ہوں۔

اسے کہتے ہیں حق شناسی اور فرض شناسی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اس طرح کے بہت سے واقعات ملتے ہیں۔

اسلامی حکومت کے دوران ایک عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں شرفیاب ہوئی۔ اصحاب نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے ساتھ بہت محبت و مہربانی کے ساتھ پیش آ رہے ہیں۔ اس کی اور اس کے اہل خاندان کی مزاج پرسی کر رہے ہیں۔ جب وہ عورت چلی گئی تو آپؐ نے اصحاب کے تعجب کو دور کرتے ہوئے فرمایا: خدیجہ کے زمانہ میں جب مکہ میں مسلمانوں

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

کے لئے گھٹن کا ماحول تھا، یہ عورت ہمارے گھر آمد ورفت رکھتی تھی۔

ظاہر ہے کہ یہ وہی زمانہ تھا جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والے محاصرہ میں تھے جس کی بنیاد پر نہ کوئی آپؐ کے بیت الشرف پر حاضر ہو پاتا تھا، نہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ حضرت خدیجہ کے پاس کوئی عورت آپاتی تھی لیکن وہ عورت اس دور میں بھی آپ کے بیت الشرف میں آمد و رفت رکھتی تھی۔ اس روایت میں یہ بھی مذکور نہیں کہ وہ مسلمان تھی، مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف اس لئے کہ ماضی کے اس دور میں بھی وہ آپؐ اور آپ کی زوجہ حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا کے لئے مہربان تھی، برسوں گزرنے کے بعد بھی اس کے حق کا لحاظ رکھا۔ [۱]

# میری نظروں سے گر گیا تو بھی

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف طریقوں سے لوگوں کا رجحان کام کاج کی طرف مائل کرتے تھے۔ جب آپؐ کسی جوان کو بیکاری کی حالت میں پاتے تھے تو فرماتے:

ان اللہ لا یحب الشابّ الفارغ. [۲]

خدا ایسے جوان کو پسند نہیں کرتا جو ناکارہ اور بے کار ہو۔

روایت میں وارد ہوا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی صحت منداور تندرست جوان کو دیکھتے تو اس سے سوال فرماتے کہ کیا تم نے شادی کر لی ہے؟ کیا کوئی مشغلہ رکھتے ہو؟ اگر وہ جواب میں یہ کہتا تھا کہ نہ میں نے شادی کی ہے، نہ کوئی مشغلہ رکھتا ہوں تو آپؐ فرماتے:

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۲۸-۷-۱۳۶۸

[۲] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، ج ۱۷، ص ۱۴۶

یہ حدیث اصل میں یوں ہے:

إِنَّ اللهَ يُبْغِضُ الشَّابَّ الْفَارِغَ. (تذکرۃ الموضوعات للفتنی، حدیث نمبر ۹۷۶)

سَقَطَ مِنْ عَيْنِي. [۱]

یہ جوان میری نظروں سے گر گیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان طریقوں سے لوگوں کو کام کاج اور سعی و کوشش کی طرف متوجہ فرماتے تھے۔ [۲]

## تم سب اس سے بہتر ہو

کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک شخص کی تعریف کرنے لگے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! فلاں شخص ہمارا ہمسفر تھا، انتہائی نیک اور عبادت گزار بندہ تھا۔ سفر کے دوران ہم جہاں بھی قیام کرتے تو دوبارہ راہی سفر ہونے تک نماز و ذکر و تلاوت قرآن میں مشغول رہتا تھا۔ جب ان لوگوں نے اس شخص کی اس طرح تعریف کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعجب کے ساتھ سوال فرمایا: تو پھر اس کے دیگر امور کون انجام دیتا تھا؟ اگر وہ ہمہ وقت نماز و عبادت میں مشغول رہتا تھا تو کون اس کے کھانے پینے کا انتظام کرتا تھا؟ اس کے سامان کو سواری سے اتارنا اور دوبارہ لادنا کس کے ذمہ تھا؟ یہ تمام کام کون کرتا تھا؟!

جواب دیا: یا رسول اللہ! ہم بڑے فخر کے ساتھ اس کے تمام امور کو انجام دیتے تھے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّكُمْ خَيْرٌ مِنْهُ. [۳]

---

[۱] جامع الأخبار (للشعيري)/139/الفصل التاسع والتسعون في كسب الحلال

[۲] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

[۳] بحار الأنوار (ط-بيروت)/ج73/274/باب49 حسن الخلق وحسن الصحابة وسائر آداب السفر.....ص:266

تم سب اس سے بہتر ہو۔

وہ اپنے امور خود انجام نہیں دیتا تھا، انہیں تمہاری گردن پر ڈال دیتا تھا اور خود عبادت میں مشغول رہتا تھا، یہ اس کے نیک ہونے کی علامت نہیں ہے۔ نیک تو تم لوگ ہو کہ خود بھی سعی و کوشش کرتے ہو اور دوسروں کے امور بھی انجام دیتے ہو۔ [1]

## تجھے اے عزم راسخ، قلب محکم ہو سلام اپنا

اپنے مد مقابل ایک تاریک دنیا کو دیکھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی گھبرائے نہیں۔ جب آپؐ مکہ میں چند مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے، تو آپ کے مقابل متکبر عرب اور صنادید قریش ہوا کرتے تھے اور جہاں ایسے عوام کا سامنا تھا جو معرفت سے بالکل بے بہرہ تھے، ایسے ماحول میں بھی آپؐ خائف نہیں ہوئے بلکہ اپنی حقانیت کا اعلان کرتے رہے۔ اپنے موقف کو واضح کرتے رہے، توہین کا سامنا کرتے رہے، رنج ومشقف کے تحمل میں اپنی جان کی بازی تک لگا دی تب جا کر ایک بڑی تعداد کو دائرہ اسلام میں داخل کر سکے۔

اسی طرح جب مدینہ میں آپؐ نے اسلامی حکومت قائم کی اور خود اس کی باگ ڈور سنبھالی تو مختلف دشمنوں سے روبرو تھے، کہیں اسلحوں سے لیس عرب کے مختلف گروہ تو کہیں وقت کی بڑی بادشاہتیں جن کی طرف آپؐ نے خطوط ارسال فرمائے اور دین اسلام کی طرف دعوت دی، جدال کیا، لشکر کشی کی، سختیاں برداشت کیں، اقتصادی محاصرہ کا سامنا کیا یہاں تک کہ بعض اوقات اہلیان مدینہ دو تین دنوں تک بے نان وغذا رہنے پر مجبور ہوتے تھے چاروں طرف سے مصیبتوں کا ہجوم تھا۔ کچھ لوگ پریشان ہو جاتے تھے تو کچھ کے قدم ڈگمگانے لگتے تھے، کچھ نالہ و شیون کرنے لگتے تھے اور کچھ حضور کو نرمی و ملائمت اختیار کرنے کی سفارشیں کرتے تھے لیکن آپؐ

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

نے دعوت و جہاد کے میدان میں کبھی اپنے قدم پیچھے نہ ہٹائے اور پوری قوت وسرفرازی کے ساتھ اسلامی معاشرہ کوعزت و اقتدار کی بلندی تک پہنچایا۔جنگوں میں حضور کی استقامت و پائیداری اورآپؐ کی دعوت کی بدولت آنے والے برسوں میں یہ اسلامی حکومت دنیا کی پہلی طاقت کی شکل اختیار کرسکی۔ [۱]

## کسی حالت میں یارب چھین مت رنگ عوامانہ

آپؐ عوامانہ خلق وخو،لوگوں سے انس ومحبت اوران کے درمیان قیام عدل کوکبھی نہیں بھولے۔عوام کی طرح انتہائی سادہ اور بے زرق و برق زندگی گزاری،ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھی،غلاموں اورمعاشرہ میں پسماندہ مانے جانے والے طبقہ کے ساتھ بھی رسم رفاقت نبھائی،آپؐ ان کے ساتھ غذا تناول فرماتے تھے،ان کے درمیان بیٹھتے تھےاور بڑی محبت سے پیش آتے تھے۔قدرت وطاقت آپؐ کے اخلاق کی تبدیلی کا سبب نہ بنی،قومی ثروت ودولت آپؐ کے خلق وخومیں تغیر نہ لاسکی،ایام رنج اورزمانہ آسائش میں آپؐ کی رفتار یکساں رہی،ہمیشہ خودکولوگوں کے ساتھ رکھااورخودکولوگوں میں سے جانا۔عوام کے ساتھ مہربان اوران کے درمیان قیام عدل کے لئے کوشاں رہے۔

جنگ خندق کے زمانہ میں جب مدینہ کے مسلمان چاروں طرف سے محاصرہ میں تھے، نان وغذا کی قلت تھی،آذوقہ تمام ہوچکا تھا،کبھی کبھی تو تین دنوں تک ایک لقمہ نان میسرنہیں ہو پاتا تھا،اس دوران بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھوک کی حالت میں بنفس نفیس لوگوں کے ہمراہ خندق کھودنے میں شریک رہے۔روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے چھوٹے بچوں

---

[۱] خطبات نماز جمعہ،تہران،۱۳۶۸-۷-۲۸

حسن وحسین علیہما السلام کے لئے کچھ آٹا مہیا فرمایا اور روٹی پکائی۔ دل میں خیال کیا کہ بابا کے لئے بھی کچھ لے جائیں، روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر اپنے بابا کے پاس تشریف لائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا بیٹی یہ کہاں سے لائی ہو فرمایا: بچوں کا حصہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ایک ٹکڑا منہ میں رکھا روایت کے مطابق حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا! آپ ہر حال میں لوگوں کی طرح اور لوگوں کے ساتھ تھے، ان کے ساتھ انتہائی مہربانی اور رواداری سے پیش آتے تھے، خواہ سختی کا یہ زمانہ ہو یا آسائش کا وہ زمانہ جب ایام رنج ختم ہو چکے تھے، مکہ فتح کیا جا چکا تھا، دشمن سرنگوں اور اسلام فتح مند ہو چکا تھا۔ [۱]

## میری عبا تو مجھے واپس دے دو

فتح طائف کے بعد بہت سے غنائم حاصل ہوئے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ بہت سے راسخ اور مستحکم ایمان رکھنے والے افراد تو کنارے رہے لیکن بعض تازہ مسلمان اور مکہ و طائف کے اطراف سے تعلق رکھنے والے افراد پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک جمع ہو گئے، مال غنیمت کا مطالبہ کرنے لگے جس سے آپؐ کو تکلیف پہنچی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطا کرتے وہ لے لیتے اور پھر مطالبہ کرنے لگتے! حد تو اس وقت ہو گئی جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبا ان نئے مسلماں اور بے ادب عربوں کے ہاتھوں میں آ گئی! لیکن عزت و اقتدار کی بلندی پر ہونے کے باوجود آپؐ نے شفقت و مہربانی کا دامن نہ چھوڑا اور انتہائی خوش اخلاقی و نرمی کے ساتھ فرمایا:

أَيُّهَا النَّاسُ رُدُّوا عَلَيَّ بُرْدِي. [۲]

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

[۲] بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۲۶

اے لوگو! میری عبا تو مجھے واپس دے دو۔

لوگوں کے ساتھ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا طرز معاشرت ایسا تھا۔ [1]

## نظم وانتظام، حساب وکتاب اور بردباری

رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم غلاموں کے ساتھ بھی نشست و برخاست رکھتے تھے اور ان کے ساتھ غذا بھی تناول فرماتے تھے۔ ایک بار آپ زمین پر بیٹھ کر کچھ فقیروں کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ ایک صحرانشیں عورت وہاں سے گزرتی ہوئی بولی: یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم! آپ غلاموں کی طرح کھانا کھا رہے ہیں؟!

فرمایا:

وَيْحَكِ أَيُّ عَبْدٍ أَعْبَدُ مِنِّي. [2]

مجھ سے بڑھ کر کون بندہ ہوگا؟

آپؐ سادہ لباس پہنتے تھے۔ جو غذا فراہم ہو پاتی اسے تناول فرما لیتے تھے، کسی خاص کھانے کا مطالبہ نہیں کرتے تھے، کسی کھانے کو نامطلوب کہہ کر رد نہیں کرتے تھے۔ پوری تاریخ انسانیت میں اس طرح کا بے نظیر و بے بدیل نظر آتا ہے۔ ہمیشہ ظاہری ومعنوی طہارت ونظافت کے ساتھ رہتے تھے۔ عبداللہ بن عمر کا قول ہے:

مَا رَأَيْتُ أَحَداً أَجْوَدَ وَ لَا أَنْجَدَ وَ لَا أَشْجَعَ وَ لَا أَوْضَأَ مِنْ رَسُولِ اللهِ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم. [3]

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۶۸-۷-۲۸

[2] بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۲۵

[3] بحار الانوار، ج ۱۶، ص ۲۳۱

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ سخی، مدد کرنے والا، شجاع اور درخشاں شخص نہیں دیکھا ہے۔

بغیر کسی جبر وتشدد وتکبر کے، لوگوں کے ساتھ انہی کی طرح نیک اور انسانی معاشرت رکھنا حضور کا خاصہ تھا۔ آپؐ کی الٰہی وطبیعی ہیبت کے سامنے لوگ مرعوب نظر آتے تھے لیکن اس کے باوجود آپؐ ان سے مہربانی وخوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جب لوگوں کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کہ یہ شخص اس گروہ کا سید وسردار ہے۔ آپؐ کی اجتماعی اور فوجی انتظامی صلاحیت بے نظیر تھی۔ اگرچہ اس دوران دائرہ حکومت مدینہ، اطراف مدینہ، مکہ اور چند دیگر شہروں میں پھیل گیا تھا لیکن لوگوں کے امور کے لئے آپؐ کا انتظام واہتمام بے مثال تھا۔ اس بدو ماحول میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دفتر، نظم وانتظام، حساب وکتاب، حوصلہ افزائی اور تنبیہ جیسے امور کو رواج بخشا۔ [۱]

## گریہ شب

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بے نظیر مرتبہ ومقام اور عظمت وشان کے باوجود عبادت سے غافل نہ تھے، نصف شب میں گریہ وزاری ودعا واستغفار میں مشغول رہتے تھے۔ ایک شب حضرت ام سلمہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی جگہ پر نہ پایا، تلاش کرتی ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچیں تو دیکھا آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور آپؐ دعا واستغفار میں مشغول ہیں۔ فرما رہے ہیں:

اللَّهُمَّ وَلَا تَكِلْنِي إِلَى نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ أَبَدًا. [۲]

اے معبود! کبھی ایک لحمہ کو بھی مجھ سے نظر کرم نہ پھیرنا۔

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۶۸ ۱۳ ـ ۷ ـ ۲۸

[۲] بحار الانوار، ج ۱۴، ص ۳۸۴

یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہ بھی رونے لگیں۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال فرمایا: آپ یہاں کیا کر رہی ہیں؟ عرض کی: یا رسول اللہ! آپ تو بارگاہ خداوندی میں بڑے عزیز ہیں اور اس نے آپ کو محفوظ رکھا ہے:

لیغفر اللہ لك ما تقدّم من ذنبك و ما تخّر.[۱]

تو پھر آپ کیوں گریہ فرما رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ خدایا! مجھے میرے حال پر نہ چھوڑ؟

فرمایا:

وَمَا یُؤۡمِنُنِی[۲]

اگر میں خدا سے غافل ہو جاؤں تو پھر کون سی چیز مجھے امان میں رکھے گی؟

یہ واقعہ ہمارے لئے سبق ہے۔خواہ ایام عزت ہوں یا ایام ذلت، ایام سختی و تنگی ہوں یا ایام آسائش و وسعت، دشمن ہمارا محاصرہ کئے ہو یا پوری توانائی کے ساتھ ہم غالب ہو، ہر حال میں خدا کو یاد رکھنا، اس پر توکل کرنا اور اسی سے مدد چاہنا؛ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمارے لئے عظیم سبق ہے۔[۳]

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان کارزار میں شدید جنگ کے دوران دست بہ دعا ہوئے، فرمایا: پروردگارا!

إن تهلك هذه العصابة لن تعبد بعدها في الأرض.[۴]

اگر یہ افراد قتل کر دیئے گئے تو اس کرہ ارض پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ

---

[۱] سورۂ فتح: ۲

[۲] الأمالي (للطوسي)/النص/214/[8] المجلس الثامن

[۳] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۶۸ ۱۳-۷-۲۸

[۴] مشارق انوار الیقین فی اسرار امیر المومنین علیہ السلام/117/ الفصل الاول

ہوگا۔

آپ میدان جنگ میں شدید نبرد آزمائی کے دوران بھی بارگاہ خداوندمنان میں دعا و تضرع سے غافل نہ رہے۔[۱]

## دلوں پر حکمرانی

انبیائے الٰہی علیہم السلام کی حکومت درحقیقت عوامی حکومت تھی جس کا مقصد عوام کی خدمت اوران کی منفعتوں کا تحفظ تھا اور دوسری طرف لوگ بھی انبیائے کرام علیہم السلام سے محبت کرتے تھے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی جب اسلامی حکومت کی بنیاد رکھی تو لوگ آپؐ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔

فتح مکہ سے ایک شب قبل جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا جناب عباس بن عبد المطلب مخفیانہ طور پر ابوسفیان کو مسلمانوں کی لشکرگاہ کی طرف لے کر آئے اور اس نے صبح کے وقت دیکھا کہ لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آب وضو حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت کررہے ہیں اوراپنے چہروں پر مل رہے ہیں تو اس نے جناب عباس سے تعجب کے ساتھ کہا: میں نے کسریٰ و قیصر، بادشاہان ایران وروم کو بھی دیکھا ہے لیکن آپ کے بھتیجے کی شان وشوکت وہ ان میں سے کسی میں نہیں ہے۔

حضرت عباسؓ نے کہا کہ کسریٰ وقیصر نیزہ وشمشیر کے زور پر حکومت کرتے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمرانی لوگوں کے دلوں پر ہے، یہ لوگوں کی مہر ومحبت اوران کے ایمان وعشق کا مرکز ہیں۔[۲]

---

[۱] افغانستان کے صدر جمہوریہ سے ملاقات کے دوران خطاب، ۷-۷-۱۳۷۱

[۲] حرم امام رضا علیہ السلام مشہد میں لوگوں کے اجتماع سے خطاب، ۱۵-۱-۱۳۷۱

## بصیرت ضروری ہے

وسیلہ اس لئے لازم ہے کہ اس کے ذریعہ آگے بڑھ سکیں اور بصیرت اس لئے ضروری ہے کہ یہ سمجھا جاسکے کہ

جانا کہاں ہے؟

آغاز کیا ہے؟

مقصد کہاں ہے

اور راہ کون سی ہے؟

یہ دونوں چیزیں انسانی زندگی میں لازم ہیں۔ وہ دنیا ہے، یہ آخرت ہے۔ اگر یہ دونوں یکجا ہوں تو "سعد الدنیا و الآخرۃ و حصل الدنیا و الآخرۃ" کی منزل سامنے آئے گی۔ ایسی صورت میں جو انسان دنیا و آخرت دونوں کی سعادتوں سے بہرہ مند ہوگا، وہ خوش بخت اور سعادت مند انسان کہلائے گا۔ انبیائے الٰہی کو یہی مطلوب ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دین اسلام لے کر مبعوث ہوئے، راہ سعادت کی نشاندہی کی، معنویات پر تکیہ کیا لیکن مادی وسائل کو بھی لوگوں کے اختیار میں رکھا۔ آپؐ نے براہ راست لوگوں کو امور زندگی اور تدبیر زندگی کی تعلیم دی۔ اگر ایک جگہ بھی کوئی پیچیدہ مسئلہ سامنے [جس کے لئے مہارت کی ضرورت ہوتی] آتا تو آپؐ مسلمانوں کو حکم دیتے کہ جاؤ تعلیم حاصل کرو، بصیرت پیدا کرو، چیزوں میں غور و فکر کرو۔ [1]

---

[1] حوزہ علمیہ اور یونیورسٹی کے یوم اتحاد کے موقع پر طالب علموں سے خطاب، ۲۷-۹-۱۳۷۴

# انفاق کی ہمیشگی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری لائی گئی۔ آپؐ نے اسے ذبح کیا اور فرمایا: جسے بھی گوشت چاہیے آ کر لے جائے۔ مدینہ کے فقراء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیت الشرف کی طرف چل پڑے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو ایک ایک ٹکڑا عطا کیا یہاں تک کہ صرف ایک دست باقی رہ گیا۔ آپؐ کی ایک زوجہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اتنے بڑے جانور میں سے صرف یہی ایک ٹکڑا بچا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں بلکہ پوری بکری باقی ہے، صرف یہی ٹکڑا باقی نہیں رہے گا۔ یعنی اس ٹکڑے کو ہم تناول کر لیں گے اور وہ تمام ہو جائے گا لیکن جو انفاق کیا ہے وہ ہمیشہ باقی رہے گا۔ [1]

# ذاتی اخلاق و کردار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ذاتی اخلاق اور حکومتی اخلاق۔

پہلا اخلاق بعنوان انسان

اور دوسرا بعنوان حاکم۔

البتہ یہ آپؐ کے وجود مبارک میں موجود فضائل و کمالات کے بحر ذخار کے صرف چند قطرات ہیں۔ آپ امانتدار، صادق، صابر، بردبار اور جوانمرد تھے۔ تمام حالات میں مظلوموں اور کمزوروں کا دفاع کرتے تھے۔ نیک کردار کے حامل تھے۔ لوگوں سے آپؐ کا رابطہ صدق وصفا

---

[1] سپاہ پاسداران کے مختلف سطحوں کے کمانڈروں سے خطاب، ۲۹-۶-۱۳۷۳

ونیکی پر استوار تھا۔ کریم اللسان تھے، آپ کی زبان میں ذرہ برابر تلخی وتندی نہیں پائی جاتی تھی۔ ایسے عفیف و پاکدامن تھے کہ اسلام سے پہلے اخلاقی طور پر اس وقت کا انتہائی فاسد عربی معاشرہ اس عنفوان شباب میں بھی آپؐ کے دامن عفت کو داغدار نہ کرسکا۔ پورا عربی معاشرہ آپ کی حیاو عفت کا قصیدہ پڑھتا تھا۔ آپؐ ظاہری نظافت کا خاص خیال رکھتے تھے، لباس، چہرہ، بدن سب کچھ بالکل پاک صاف رہتا تھا۔ شجاعت کا یہ عالم تھا کہ انتہائی عظیم معرکوں میں بھی دشمن کے سامنے آپؐ کے قدم متزلزل نہ ہوئے۔

صراحت بیان ایسی تھی کہ آپؐ کا ہر سخن شفافیت وصداقت پر مبنی ہوتا تھا۔ آپ کی حیات طیبہ میں زہد و پارسائی کو نمایاں حیثیت حاصل تھی۔ بخشش ایسی کہ مال و دولت بھی بخشتے تھے اور دشمن کو بھی بخشتے تھے۔ عفو و گذشت آپ کا خاصہ تھا۔ انتہائی باادب تھے۔ آپؐ نے کبھی کسی کے سامنے پائے مبارک دراز نہ کئے، کبھی کسی کی توہین نہ کی۔ انتہائی مہربان، صاحب عفوو بخشش، متواضع وفروتن اور عابد وزاہد تھے۔ ایام نوجوانی سے لے کر یوم وفات تک آپؐ کی ۶۳ برس کی بابرکت حیات میں یہ تمام خصوصیات بالکل ہویدا و آشکار نظر آتی ہیں۔ [1]

## محمد امین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانتداری کا ایسا شہرہ تھا کہ اسلام سے قبل کا لقب ہی امین پڑ گیا۔ لوگ اپنی گراں قیمت اشیاء انتہائی اطمینان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کردیتے تھے اور مکمل یقین رکھتے تھے کہ وہ امانت ہر صورت میں انہیں صحیح وسالم واپس ہوجائے گی۔ یہاں تک کہ جب آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا شروع کی اور آپؐ کی نسبت قریش کی دشمنی

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹۷-۱۳-۲-۲۳

اپنے اوج پر پہنچ گئی تب بھی وہی دشمن جب اپنی کوئی قیمتی چیز محفوظ رکھنا چاہتے تھے تو درِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہی دستک دیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کرنا چاہی تو حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کو اس بات پر مامور کیا کہ وہ مکہ میں رہ کر تمام امانتوں کو ان کے مالکوں کے سپرد کر دیں۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس وقت بھی آپ کفار قریش کی امانتوں کے امین تھے۔ [1]

## لیجئے ہمارے ناخن کاٹئے !!

آپؐ کی بردباری اور اطمینان نفس کا یہ عالم تھا کہ جن باتوں کو سن کر دوسرے افراد بے تاب ہو جایا کرتے تھے وہ باتیں آپ میں ذرہ برابر بھی اضطراب پیدا نہیں کر پاتی تھیں۔ بعض اوقات مکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن آپؐ کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے تھے۔ ایک مرتبہ جب حضرت ابوطالبؑ کو اس کی خبر ہوئی تو اسقدر ناراض ہوئے کہ اپنی شمشیر کھینچ لی اور اپنے غلام کے ساتھ وہاں پہنچے اور جو جسارت ان لوگوں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں کی تھی، حضرت ابوطالبؑ نے ایک ایک سے اس کا انتقام لیا اور فرمایا کہ اگر کسی نے اعتراض کیا تو اس کی گردن اڑا دوں گا، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جسارتوں کو انتہائی بردباری کے ساتھ تحمل فرمایا۔

ایک بار ابوجہل نے آپؐ کی توہین کی لیکن آپؐ نے وہاں بھی سکوت اختیار کیا اور بردباری کا مظاہرہ کیا۔ ایک شخص نے اس بات کی خبر حضرت حمزہؑ کو دے دی۔ حضرت حمزہؑ بے تاب ہو گئے، ابوجہل کے قریب گئے اور اس ملعون کے سر پر ایسی ضرب لگائی کہ ماتھا خون

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

سے تر ہو گیا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

کبھی کبھی تو بعض مسلمان بھی غفلت یا نادانی کی بنیاد پر کسی بات کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں توہین آمیز جملہ کہہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کی ایک زوجہ جناب زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا نے ایک بار آپؐ سے کہہ دیا کہ آپ پیغمبر ہیں لیکن عدل و انصاف نہیں کرتے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ بعض اوقات کچھ لوگ مسجد میں آتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنے پیر پھیلا کر کہتے: لیجئے ہمارے ناخن کاٹئے!! کیونکہ ناخن کاٹنے کا دستور وارد ہوا تھا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بے نظیر بردباری کے ذریعہ ان تمام جسارتوں اور بے ادبیوں کو تحمل فرماتے تھے۔ [1]

## جوانمردی

آپؐ کی جوانمردی کا یہ عالم تھا کہ اپنے ذاتی دشمنوں کو بھی معاف کرتے تھے۔ کسی گوشہ میں بھی کوئی مظلوم وستمدیدہ ہوتا، جب تک اس کی مدد نہ کرتے چین سے نہیں بیٹھتے تھے۔ دور جاہلیت میں خود مکہ کے افراد کے درمیان ہونے والے دیگر عہد و پیمان کے علاوہ ایک پیمان بعنوان حلف الفضول تھا جس میں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے۔ ایک غریب الدیار شخص مکہ میں وارد ہوا اور اس نے عاص بن وائل کے ہاتھوں اپنی کوئی چیز بیچی لیکن مکہ کے اس سرکردہ شخص نے چودھراہٹ دکھاتے ہوئے اس کی قیمت ادا نہیں کی، اس غریب بے چارہ نے بڑی کوششیں کیں، مختلف لوگوں سے مدد چاہی مگر ساری کوششیں لاحاصل تھیں، جب ہر جگہ سے

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹۷ ۱۳۔۲۔۲۳

مایوس ہوگیا تو کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر چلانے لگا: اے فرزندان فہر! مجھ پر ظلم ہوا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے اس کی یہ فریاد سنی لوگ اکٹھے ہوئے اور فیصلہ کیا کہ اس کے حق کا دفاع کریں، عاص بن وائل کے پاس گئے اور کہا کہ اس کے پیسے دے دو۔ وہ ڈرا، مجبور ہوا اور جلدی سے پیسے دے دیئے۔ اس دن سے انہوں نے یہ پیمان باقی رکھا کہ اگر کوئی اجنبی مکہ میں داخل ہوا اور اہل مکہ اس کے حق میں ناانصافی کریں تو ہم اس کے حق کی مدافعت کریں گے۔

ظہور اسلام کے کئی سال بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے: میں اب بھی اس پیمان پر باقی ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ بارہا آپؐ اپنے مغلوب دشمن کے ساتھ اس حسن سلوک سے پیش آئے کہ خود اس کے لئے باعث تعجب ہوا۔ ہجرت کے آٹھویں سال جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو فرمایا:

**الیوم یوم المرحمة**[1]

آج رحم وکرم اور عفو وبخشش کا دن ہے۔

آپؐ نے کسی سے کوئی انتقام نہ لیا، یہ آپؐ کی جوانمردی کی دلیل ہے۔[2]

## بہترین شریک تجارت

آپ کا کردار بالکل پاک اور بے عیب تھا، آپؐ زمانہ جاہلیت میں تجارت کرتے تھے، شام اور یمن کا سفر کرتے تھے، تجارتی قافلوں میں سہیم ہوتے تھے لہٰذا آپؐ کے تجارتی شرکاء بھی تھے۔ اس زمانہ کا ایک تجارتی شریک آپؐ کے سلسلہ میں کہتا تھا کہ وہ ہمارے بہترین تجارتی

---

[1] شرح نہج البلاغۃ لابن أبي الحدید/ ج17 / 272 / [ذکر الخبر عن فتح مکۃ] ..... ص:257

[2] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

شریک تھے، نہ کبھی بے جا ضد کرتے، نہ بے وجہ بحث وجدال کرتے، نہ اپنا بوجھ کسی کے دوش پر ڈالتے، نہ کسی خریدنے والے سے بداخلاقی کرتے، نہ کم فروشی کرتے، نہ اپنے مال کی جھوٹی تعریف کرتے، بڑے اچھے کردار کے حامل تھے۔

یہی پاک اور بے عیب کردار تھا جس کی وجہ سے جناب خدیجہؑ کے دل میں آپ کی محبت گھر کر گئی جبکہ جناب خدیجہ تو خود حسب ونسب اور دولت وثروت کے لحاظ سے ایک نمایاں شخصیت کی حامل تھیں۔ [1]

# حزب اللّٰہی شان سے کیوں نہ رہے؟!

بعض افراد کا خیال یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو سنوارنا، خود کو آراستہ کرنا، حزب اللّٰہی اور مومن ہونے کے برخلاف ہے اور ایک حزب اللّٰہی کو خوش وضع نہیں ہونا چاہئے! حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ دنیا میں کون حزب اللّٰہی ہوگا؟ روایات میں ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی کہنہ وقدیمی حجرہ میں ایک طبیعی آئینہ یعنی آئینہ آب (شفاف پانی سے بھرا ہوا ایک ظرف) موجود تھا۔

کان یسوّی بہ عمامتہ ولحیتہ اذا ارادان یخرج الی اصحابہ۔

جب بھی آپؐ اپنے اصحاب کے درمیان جانا چاہتے تھے اس طبیعی آئینے میں دیکھ کر اپنے عمامہ کو صحیح کرتے اور ریش مبارک کو سنوارتے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ عمامہ کو سنوارنے کی کیا ضرورت تھی، اسی طرح جاسکتے تھے، آپؐ عمامہ کو کیوں صحیح فرماتے تھے؟ اپنی ریش مبارک کو کیوں سنوارتے تھے؟ روایات میں سرو

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

صورت اور داڑھی کو سنوارنے کی اس قدر تاکید کیوں ملتی ہے؟ وجہ کیا ہے؟.......[1]

صفائی پسندی تکلف نہیں ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن سے ہی صفائی پسند تھے۔ مکہ اور قبائل عرب کے دیگر بچوں کے برخلاف آپؐ بڑے صاف ستھرے رہتے تھے۔ نوجوانی، جوانی اور پیری کے ایام میں بھی ہمیشہ سجے سنورے رہتے تھے اور صفائی کے بالکل پابند تھے۔ آپؐ کے گیسو جو گوش مبارک کو پہنچتے تھے بالکل صاف اور سنورے ہوئے ہوتے تھے، اسی طرح آپؐ کی ریش مبارک بھی منظم و معطر رہتی تھی۔ روایت میں ہے کہ آپؐ کے بیت الشرف میں آئینہ آب (شفاف پانی سے بھرا ہوا ایک ظرف) موجود تھا

کان یسوی عمامته و لحیته اذا اراد ان یخرج الیٰ اصحابه۔

آپؐ جب بھی مسلمانوں اور اپنے اصحاب کے درمیان جانا چاہتے تھے تو اس آئینہ آب میں دیکھ کر اپنے عمامہ اور محاسن مبارک کو منظم فرماتے تھے۔

ہمیشہ عطر کے ذریعہ خود کو معطر رکھتے تھے۔ اپنی زاہدانہ زندگی کے باوجود جب بھی سفر پر جاتے تھے عطر اور کنگھی ساتھ میں رکھتے۔ چونکہ اس زمانہ میں مردوں میں سرمہ لگانا رائج تھا لہٰذا سفر میں سرمہ دان بھی ہمراہ رکھتے تھے۔ روزانہ متعدد بار مسواک کرتے تھے۔ دوسروں کو بھی پاک صاف رہنے، مسواک کرنے اور ظاہری شکل وصورت کو صاف ستھرا رکھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

بعض لوگوں کا خیال خام یہ ہے کہ نظافت پسندی اور خود کو منظم رکھنا اسراف اور تجملانہ افراط کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ نہیں! ہرگز ایسا نہیں ہے۔ پیوند زدہ اور کہنہ لباس میں بھی پاک صاف اور منظم رہا جاسکتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لباس پیوند زدہ اور کہنہ ہی تھا لیکن وہی

[1] بسیج کے عہدیداروں سے خطاب، ۷۳-۱۳-۲-۴

لباس صاف ستھرا بھی تھا۔ یہ باتیں معاشرت، نشست و برخاست، رفتار اور نظافت وغیرہ کے حوالے سے انتہائی اہمیت کی حامل ہیں۔ یہ بظاہر تو چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں لیکن بباطن انتہائی مؤثر ہیں۔ [۱]

## اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح فرماتے تھے

لوگوں کے ساتھ انتہائی نیک سلوک روا رکھتے تھے، ان کے درمیان ہمیشہ خوش وخرم نظر آتے تھے، اپنے تمام غموں کو اپنی تنہائیوں سے مخصوص رکھتے تھے۔ بزرگ و خرد سبھی کو سلام کیا کرتے تھے۔ اگر آپؐ کو کوئی رنجیدہ خاطر کرتا تو اس کے آثار چہرہ انور پر تو نمودار ہوتے مگر زبان اقدس کوئی گلہ نہ کرتی۔ آپ کے حضور میں کوئی کسی غیر کی برائی نہیں کر سکتا تھا۔ بچوں کے ساتھ نرمی اور عورتوں کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آتے تھے۔ ضعیفوں اور ناتوانوں کے ساتھ بے انتہا ہمدردی فرماتے تھے۔ اپنے اصحاب کے ساتھ مزاح فرماتے تھے۔ آپؐ کا بستر چٹائی اور تکیہ کھجور کے پتوں سے بھری ہوئی کھال کا تھا۔ اکثر و بیشتر آپؐ کی غذا نان جو اور خرما ہوا کرتی تھی۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ صرف رنگا رنگ غذا سے ہی نہیں بلکہ نان گندم کے لگا تار تین دنوں تک استعمال سے بھی پرہیز فرماتے تھے۔ [۲]

## کیا بندہ شاکر نہ بنوں

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغیر زین کے مرکب پر سوار ہوتے تھے۔ جس زمانہ میں لوگ قیمتی

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

[۲] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

گھوڑوں پر مہنگی زین کے ساتھ سوار ہوکر فخر کیا کرتے تھے، آپؐ عام طور سے معمولی سواری کا استعمال فرماتے تھے۔تواضع اور خاکساری آپؐ کا خاصہ تھی۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنی جوتیاں ٹانکا کرتے تھے۔ یہی شیوہ مکتب محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بے بدیل و بے نظیر شاگرد علی بن ابی طالب کا بھی رہا ہے اگر چہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حلال اور جائز طریقہ سے کسب معاش کو سند جواز عطا کرتے ہوئے فرمایا:

نِعْمَ الْعَوْنُ عَلَی تَقْوَی اللهِ الْغِنَی..[1]

یعنی جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی سے عاری حلال راہوں سے روزی حاصل کرو۔

لیکن خود آپؐ کی سیرت یہ تھی کہ موصول شدہ رقم کو فقرا کے درمیان تقسیم کر دیتے تھے۔ بندگی کا یہ عالم تھا کہ جب محراب عبادت کو زینت بخشتے تو مسلسل قیام وقعود کی کثرت سے پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔شب کا ایک طولانی حصہ بیداری وعبادت، گریہ وخشیت، راز و نیاز اور دعا واستغفار میں گزرتا تھا۔ ماہ رمضان المبارک کے علاوہ ماہ رجب وشعبان اور سال کے دیگر ایام میں شدید گرمی کے موسم میں بھی آپؐ ہر تیسرے دن روزہ رکھتے تھے۔

ایک بار آپؐ کے اصحاب نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپؐ تو کبھی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے پھر یہ دعا وعبادت واستغفار کیوں؟!

فرمایا:

اَفَلَا اَکُوْنُ عَبْدًا شَکُوْرًا؟

کیا خدا کی نعمتوں پر اس کا شکر بجالانا میرا فریضہ نہیں ہے؟!

استقامت و پائیداری اس کمال پر تھی کہ تاریخ انسانیت میں نظیر نہیں ملتی۔ اسی بے

[1] وسائل الشیعہ، ج ۱۲، ص ۱۶

مثال استقامت کی بنیاد پر آپؐ نے "لا الہ الا اللہ" کو استحکام بخشا۔ یہ کام استقامت کے بغیر ممکن ہی نہ تھا۔ اسی استقامت کے سائے میں آپؐ کے بے مثال ناصروں اور مددگاروں نے پرورش پائی، یہی استقامت تھی جس نے عرب کے بے آب و گیاہ صحرا کے درمیان انسانی مدنیت اور بشری اقدار کا خیمہ جاوید نصب کیا۔

فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ. [۱] [۲]

## عادل، زاہد، مدبر

اگر تاریخ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کیا جائے اور پیش آنے والے حوادث و واقعات پر ایک نظر ڈالی جائے تو ان قبائلی جنگوں، دشمن کو مکہ سے نکال کر صحراؤں اور بیابانوں تک کھینچ لانا، اس پر پے در پے ضربیں لگانا، وہ دشمنوں سے ٹکراؤ وغیرہ وغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ گیر قوت تدبیر اور حکمت آمیز دور اندیشی انسانی شعور کو انگشت بدنداں کر دیتی ہے۔

قانون کے ایسے محافظ تھے کہ اس کی پامالی برداشت نہیں کرتے تھے۔ جس طرح دوسروں پر قانون کا اتباع لازمی جانتے تھے اسی طرح خود بھی اس کا پاس ولحاظ رکھتے تھے، متعدد قرآنی آیات نے اس بات کی تائید کی ہے۔ جن قوانین کو آپؐ نے لوگوں پر واجب قرار دیا تھا ان پر خود بھی بطور کامل عمل پیرا ہوتے تھے اور اس سے سرپیچی آپؐ کے نزدیک کسی صورت میں قابل قبول نہ تھی۔ جنگ بنی قریظہ کے دوران اس قبیلہ سے تعلق رکھنے والے خائن یہودیوں کو قتل کر دیا گیا، باقی افراد کو اسیر بنا لیا گیا اور ان کی دولت و ثروت کو اپنے اختیار میں لے لیا گیا، چند ازواج پیغمبر نے آپؐ کے حضور یہ عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہودیوں سے حاصل شدہ مال

---

[۱] سورۂ شوریٰ: ۱۵

[۲] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹۷-۱۳-۲-۲۳

وزر اور طلا و جواہرات میں سے کچھ ہمیں بھی عطا فرمایئے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس خواہش کو قبول نہ کیا جبکہ یہ ازواج آپؐ کے نزدیک محبوب تھیں اور آپؐ ان کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ جب ان ازواج کے اصرار میں شدت آئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رویہ میں بھی تبدیلی آئی اور آپؐ نے ان سے مہینہ بھر تک دوری اختیار کی۔ یہ واقعہ ان آیات کے نزول کا سبب بنا:

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ [1]

اے نبی کی بیویو! تم اور (عام) عورتوں کی طرح نہیں ہو۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ۝۲۸ وَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ [2]

اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی زیب و زینت چاہتی ہو تو آؤ کہ تمہیں کچھ مال و متاع دے کر اچھے طریقے سے رخصت کروں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور دارِ آخرت کی طلبگار ہو تو بے شک اللہ نے تم میں سے جو نیکوکار ہیں ان کیلئے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے یہ بات واضح کر دی کہ اگر میرے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں تو جان لیجئے کہ یہ زندگی بڑی زاہدانہ ہے جس میں قانون سے سرپیچی ممکن نہیں ہے۔ [3]

---

[1] سورۂ احزاب: ۳۲

[2] سورۂ احزاب: ۲۸، ۲۹

[3] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹ ۱۳۷-۲-۲۳

# رازداری ضامن فتح وظفر

آپؐ کے حکومتی اخلاق واصول میں معاہدہ کے تحفظ کو بڑی اہم حیثیت حاصل ہے۔ آپؐ نے کبھی بھی معاہدہ کی خلاف ورزی نہ کی۔ قریش نے تو معاہدہ توڑا مگر آپؐ نے نہیں۔ یہودیوں نے بارہا عہد شکنی کی لیکن آپؐ نے نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ آپؐ رازدار تھے۔ فتح مکہ کے لئے جب روانہ ہوئے تو کسی کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ آپؐ کہاں کا قصد رکھتے ہیں۔ پورے لشکر کو روانگی کا حکم فرمایا۔

سب نے عرض کی: کہاں؟

فرمایا: وقت آنے پر سمجھ جاؤ گے۔ کسی پر یہ ظاہر ہی نہیں ہونے دیا کہ مکہ کا قصد ہے۔ ایسی تدبیر اختیار کی مکہ کے بالکل نزدیک پہنچنے تک بھی قریش اس بات سے بے خبر تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کی بڑی تعداد کے ساتھ مکہ آرہے ہیں۔ [۱]

# دشمن شناسی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آپ اپنے تمام دشمنوں کو برابر نہیں سمجھتے تھے۔ بعض افراد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد درجہ دشمنی تھی لیکن اگر آپؐ مشاہدہ فرماتے تھے کہ ان کی دشمنی سے کوئی خاص خطرہ نہیں ہے تو ان کے خلاف سخت رویہ اختیار نہیں کرتے تھے۔ اس کے برخلاف بعض ایسے تھے جو خطرناک عزائم رکھتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان پر نظر رکھتے تھے۔ عبداللہ ابن ابی کو ہی لے لیجئے، یہ شخص منافقوں کا سردار تھا، نت نئی سازشیں بھی رچایا

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹۷-۱۳-۲-۲۳

کرتا تھا لیکن چونکہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر نظر رکھے ہوئے تھے لہٰذا کوئی سخت رویہ اختیار نہیں کرتے تھے، جب تک آپؐ مدینہ میں حیات رہے وہ بھی اسی مدینہ میں رہا۔ اس طرح کے دشمنوں سے حکومت اور اسلامی معاشرہ کو کوئی خاص خطرہ لاحق نہیں تھا۔

ہاں! اگر کسی دشمن سے بڑے خطرے کا امکان ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انتہائی سخت رویہ اختیار فرماتے تھے۔ مہر و محبت، رحم و کرم اور عفو و گذشت جیسے اعلیٰ صفات کے حامل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اہم خطرہ محسوس کیا تو بنی قریظہ کے خائنوں کو جن کی تعداد کئی سو تھی ایک ہی دن میں تہ تیغ کرنے کا حکم دیا، بنی نظیر اور بنی قینقاع کو شہر بدر کیا اور خیبر فتح کیا، آپؐ نے ایسا اس لئے کیا کہ یہ خطرناک دشمن تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابتدائی ایام میں ان کے ساتھ بڑی مہربانی اور لطف و کرم کے ساتھ پیش آئے لیکن انہوں نے خیانت کی، دھوکہ دیا، سازشیں رچائیں، دھمکیاں دیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ ابن ابی کی منافقتوں کو تحمل فرمایا، مدینہ میں بسنے والے یہودیوں کو برداشت کیا، پناہ میں آنے والے بے ضرر قرشیوں پر مہربان رہے، فتح مکہ کے وقت ابوسفیان جیسے افراد کو بھی بخش دیا لیکن ان خطرناک اور غیر قابل اطمینان دشمنوں کا سر کچل کے رکھ دیا۔ [1]

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹۷۔۱۳۔۲۔۲۳

# الٰہی معاشرہ کے سات امتیازات

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو نظام قائم کیا تھا اس کے متعدد امتیازات تھے مگر ان میں سے سات کو خاص اہمیت حاصل ہے:

## پہلا امتیاز: ایمان اور روحانیت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ نظام میں ایمان اس محرک کی حیثیت رکھتا ہے جس کا سرچشمہ لوگوں کے دل و ذہن ہیں۔ یہ ایمان انہیں صراط مستقیم پر قائم و دائم رکھتا ہے۔ لہٰذا نبوی نظام کا پہلا امتیاز لوگوں میں ایمان اور معنویت و روحانیت کی روح پھونکنا اور ان کے عقائد کو استحکام عطا کرنا ہے۔ پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تحریک مکہ سے شروع کی اور مدینہ میں اس کا پرچم اقتدار کے ساتھ بلند کیا۔

## دوسرا امتیاز: عدل وانصاف

اسلامی حکومت میں قوانین کے نفاذ کا حقیقی معیار عدل وانصاف اور حقدار کے حق کو اس تک پہنچانا ہے۔

# تیسرا امتیاز: علم ومعرفت

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظام میں ہر چیز کی بنیاد علم ومعرفت اور آ گہی و بیداری پر استوار ہے لہٰذا یہاں اندھی تقلید کی بالکل اجازت نہیں۔ یہاں سماج کی تربیت علم وآ گہی کی بنیاد پر کی جاتی ہے، قوت فیصلہ کو چھین کر نہیں۔

# چوتھا امتیاز: اخوت وبرادری

اس نظام میں خرافات، ذاتی مفادات اور نفسانی خواہشات کی بنیاد پر ہونے والے جھگڑوں کو پسند نہیں کیا جاتا، ان کا مقابلہ کیا جاتا ہے اس لئے کہ یہاں اخوت وبرادری اور اتحاد وہمدلی کی حکمرانی ہے۔

# پانچواں امتیاز: نیک اخلاق وکردار

اسلامی سماج تمام اخلاقی گندگیوں سے انسان کی تطہیر کرتا ہے، تمام آلودگیوں سے اسے نجات دیتا ہے اور ایک خوش کردار انسان کی تربیت کرتا ہے۔

وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ [1]

ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتے اور ان کو پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور عقل کی باتیں سکھاتے ہیں۔

یہاں تزکیہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بہترین شیوہ تربیت کے

---

[1] سورۂ جمعہ: ۲

ذریعہ انسان کو انسان بناتے تھے۔

## چھٹا امتیاز: عزت و اقتدار

نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظام اور اسلامی معاشرہ غیروں کے در پر دست نیاز نہیں پھیلاتا، اسے اپنی عزت اور اپنے اقتدار سے بڑا پیار ہے۔ اپنی مصلحتوں کی تعیین خود کرتا ہے، پھر اپنے اغراض ومقاصد کے حصول کے لئے شاہراہ نجات پر گامزن ہوجاتا ہے۔

## ساتواں امتیاز: عزمِ راسخ، سعی پیہم، فتح مسلسل

اس الٰہی نظام میں جمود اور ٹھہراؤ کا کوئی تصور نہیں۔ یہاں تو مسلسل تحرک، ترقی اور سعی و کوشش کا رواج ہے۔ یہاں ایسا مرحلہ ہی نہیں آتا جس پر ٹھہر کر انسان کہے کام ختم ہوگیا اب تو بس آرام کیا جائے۔

اس سعی مستقل اور کوشش بے پایاں میں ایک عجیب کیف وسرور پایا جاتا ہے، تھکن، سستی اور ملال کے دور دور تک نشان نہیں ملتے، بس سرور ونشاط ہے اور شوق واشتیاق۔ [1]

## ہر لمحہ زندگی کامکمل حیات ہے

مدینہ میں وارد ہوتے ہی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسان کی تربیت کا فریضہ انجام دینا شروع کردیا، جن کے نتیجہ میں روز بروز شائستہ، شجاع، مدبر، مومن، بامعرفت اور حکیم افراد مدینہ میں ظاہر ہوئے جس میں ہر ایک کردار کی اس بلند وبالا عمارت میں ایک اہم اور مستحکم ستون کی

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۹۷ ۱۳ ـ ۲ ـ ۲۳

حیثیت رکھتا تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک حیرت انگیز شاہکار یہ تھا کہ آپؐ نے ان دس برسوں میں ایک لمحہ بھی برباد نہیں ہونے دیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ آپؐ نے کبھی بھی معنویت و ہدایت اور تعلیم و تربیت کی نورافشانی میں ذرہ برابر تامل نہیں کیا۔ آپؐ کا سونا جاگنا، کوچہ و بازار میں آنا جانا، عبادت و بندگی، گھریلو زندگی اور آپؐ کے وجود سے متعلق ہر شے ایک درس کا عنوان رکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک میں عجیب برکت پائی جاتی ہے! ایسی بابرکت زندگی جس نے پوری تاریخ کو اپنی طرف متوجہ کرلیا اور جو پوری تاریخ پر اثرانداز رہی۔

مساوات و برابری، اخوت و برادری، عدل و انصاف اور انسان دوستی جیسی بہت سی مقدس تعلیمات جن کے تقدس کو انسان صدیوں بعد سمجھ پایا ہے، آئین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ہی ان کا تقدس برقرار ہے۔ دیگر ادیان کی تعلیمات میں یا تو ان اعلیٰ صفات کا وجود ہی نہیں تھا یا کم از کم انہیں عروج نہیں ملا تھا۔ [1]

## قیادت قوم کی، شاہی نہیں ہے

شہر یثرب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ناقہ وارد ہوا، لوگ پروانوں کی طرح شمع رسالت کے گرد جمع ہو گئے۔ اس وقت شہر مدینہ مختلف محلوں میں تقسیم تھا، ہر محلہ کسی نہ کسی قبیلہ سے متعلق تھا، جس میں متعدد گھرانے اور گلی کوچے تھے، کوئی قبیلہ اوس کا محلہ تھا تو کوئی قبیلہ خزرج کا۔

بہرحال، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ناقہ وارد مدینہ ہوا، جس قبیلہ اور محلہ سے گزرتا وہیں کے سربراہ اونٹ کی مہار کو ہاتھ میں لے کر کہتے: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! یہیں ٹھہر جایئے؛ گھر، زندگی،

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

دولت وثروت، سب آپ پر نثار۔

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اونٹ کی مہار چھوڑ دو،

اِنَّہَا مَاْمُوْرَۃٌ.

یہ اونٹ خود جانتا ہے اسے کہاں ٹھہرنا ہے۔

اونٹ کوچہ بہ کوچہ مختلف محلوں سے گزرتا ہوا محلہ بنی النجار تک پہنچا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا تعلق یہیں سے تھا، اس قبیلہ کے لوگ آپؐ کے رشتہ دار ہوتے تھے لہٰذا انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم آپ کے رشتہ دار ہیں، ہماری زندگی آپ کے حوالے، ہمارے گھر پر قیام کیجئے۔

فرمایا: نہیں!

اِنَّہَا مَاْمُوْرَۃٌ.

اونٹ اپنی منزل خود جانتا ہے۔

سب پیچھے ہٹ گئے۔ اونٹ چلتا ہوا مدینہ کے فقیر ترین محلہ تک آیا اور بیٹھ گیا۔ دیکھا گیا تو ابوایوب انصاریؓ کا گھر تھا۔ ابوایوب انصاریؓ یعنی مدینہ کے فقیروں میں سے ایک فقیرو نادار شخص۔ وہ اور ان کے اہل خاندان باہر آئے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثاثہ اٹھایا اور اندر چلے گئے۔ حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے مہمان کی حیثیت سے وارد خانہ ہوئے۔

آپؐ نے مدینہ کے سربراہان قبائل اور رؤسائے قوم کو چھوڑ کر دنیوی اعتبار سے ایک معمولی انسان کے گھر کو اپنی منزل بنا کر ابتدا ہی سے اپنے اجتماعی موقف کی عملی وضاحت کردی۔ سب پر واضح ہوگیا کہ ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معیار معاشرت مال ومنال، جاہ وجلال، قوم، قبیلہ، رشتہ داری وغیرہ سے نہ اب وابستہ ہے، نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ آپؐ نے پہلے مرحلے میں یہ واضح کردیا کہ اجتماعی معاملات میں لوگوں سے آپؐ کا سلوک کس بنیاد پر استوار ہوگا اور آپؐ کا وجود

کس طبقہ کے لئے زیادہ مفید ہوگا۔ سب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود پرنور اور آپؐ کی تعلیمات سے بہرہ مند ہوں گے مگر جو معاشرہ میں محروم ومظلوم تھا وہ اب زیادہ حقدار ہوگا تاکہ اس کی محرومیوں اور مظلومیوں کی تلافی ہوسکے۔

ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے ایک چھوٹی سی زمین تھی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا: یہ زمین کس کی ہے؟ معلوم ہوا دو یتیم بچوں کی ہے۔ آپ نے اپنی جیب سے رقم دے کر وہ زمین خرید لی اور فرمایا: یہاں مسجد تعمیر ہوگی۔

مسجد یعنی عبادی، اجتماعی، حکومتی اور سیاسی مرکز۔ اسلامی معاشرہ کو ایسے مرکز کی ضرورت تھی لہٰذا مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی۔ آپؐ نے مسجد کی زمین کے لئے کسی سے درخواست نہیں کی، کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا بلکہ خود اپنی رقم خرچ کی۔ اگرچہ ان دو بچوں کے سر پر باپ کا سایہ نہ تھا، کوئی دوسرا حمایتی وطرفدار بھی نہ تھا مگر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مہربان باپ اور شفیق سرپرست کا کردار ادا کرتے ہوئے ان کے حق کا لحاظ رکھا۔

جب مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو سب سے پہلے خود پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھوں سے زمین کی کھدائی شروع کی، صرف اعزازی طور پر نہیں بلکہ واقعی معنوں میں محنت کی اور پسینہ بہایا۔ کام میں اس طرح مصروف تھے کہ کنارے میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی یہ کہتے ہوئے تعمیر مسجد میں مشغول ہوگئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کام کریں اور ہم بیٹھے رہیں؟! سب کی انتھک محنتوں کے نتیجہ میں تعمیر مسجد بڑی جلدی مکمل ہوگئی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے عمل سے یہ واضح کردیا کہ اگرچہ قوم کی رہبری میرے اختیار میں ہے مگر اس کا مقصد سلطنت وحکمرانی نہیں ہے، اگر یہ طے ہو کہ معاشرہ میں کام انجام پائے، تو اس میں اس قوم کا رہبر بھی ہر شخص کی طرح اپنا خون پسینہ ایک کرے گا۔ [1]

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

# الحذر ہشیار از قوم یہود

مدینہ میں تین اہم یہودی قبیلے ساکن تھے اور ہر قبیلہ کا ایک خاص قلعہ تھا۔قبیلہ بنی قینقاع ،قبیلہ بنی نظیر اور قبیلہ بنی قریظہ ۔جس وقت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں وارد ہوئے اس وقت مدینہ میں ان یہودیوں کو چند امتیازات حاصل تھے۔سب سے پہلا امتیاز یہ کہ مدینہ کی اصل دولت وثروت، بہترین کھیتیاں، بہترین تجارتیں یعنی طلا و جواہرات کی صنعتیں وغیرہ انہی یہودیوں کے اختیار میں تھیں۔ مدینہ کے اکثر و بیشتر لوگ بوقت ضرورت انہیں کے دست نگر ہوا کرتے تھے، انہی سے قرض لیتے اور پھر سود کے ساتھ اسے واپس کرتے تھے،یعنی مدینہ کے اقتصاد پر انہی کا قبضہ تھا۔ دوسرے یہ کہ تہذیب وثقافت اور مدنیت کے لحاظ سے بھی یہ یہودی مدینہ کی دیگر قوموں پر برتری رکھتے تھے۔ظاہر ہے اہل کتاب ہونے کی بنیاد پر وہ مختلف علوم اور دینی تعلیمات سے آشنائی رکھتے تھے لہذا فکری طور پر دوسروں پر مسلط تھے۔اگر آج کی اصطلاح میں کہا جائے تو یہ لوگ اس زمانہ کے روشن خیال طبقہ کے طور پر تسلیم کئے جاتے تھے لہذا دوسرے افراد کو احمق، بے وقوف اور حقیر جانتے تھے۔

تیسرا امتیاز یہ کہ دور دراز علاقوں سے بھی ان کے تعلقات تھے لہذا یہ ایک ایسی قوم نہیں تھی جو صرف مدینہ کی دیواروں کے اندر محدود ہو۔

مدینہ کے یہودیوں کے ان امتیازات اور ان کی اس حیثیت کے پیش نظر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان سے اپنے تعلقات کے حدود وشرائط کا تعین ضروری تھا لہذا آپؐ نے ایک ایسا میثاق عام سامنے رکھا جو سب کو مقبول تھا۔اس میثاق میں اجتماعی رہن سہن، معاملات، اختلافات، دیت اور مخالفوں، یہودیوں اور دیگر غیر مسلمانوں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعلقات وغیرہ جیسے

مسائل سے متعلق قیود و حدود ملکتوب تھے۔ [۱]

## ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

شاہی، بے جا تعصب، خاندانی غرور، طبقاتی فاصلے یہ مسائل عرب کے اس جاہل اور متعصب معاشرہ کے لئے کسی بلا سے کم نہ تھے لیکن پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کے درمیان عقد اخوت پڑھ کے ان تمام مسائل کا خاتمہ کر دیا۔ ایک قبیلہ کے سردار کو، ایک بے بضاعت اور نادار شخص کا بھائی بنا دیا اور فرمایا: آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ ان دونوں نے بھی اس اخوت و برادری کو بڑے انہماک کے ساتھ قبول کیا۔ بزرگان خاندان، سربراہان قبائل اور آزاد شدہ مسلمان غلاموں کو ایک صف میں کھڑا کر دیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس عمل نے اتحاد و ہمدلی کی راہ میں موجود تمام رکاوٹوں کو ختم کر دیا۔ جب ایک مؤذن کے انتخاب کی باری آئی تو آپؐ نے تمام رئیسوں، امیروں، خوش الحانوں اور خوبصورتوں کو چھوڑ کر بلال حبشیؓ کو بطور مؤذن معین کیا۔ آپؐ نے اس شیوہ انتخاب سے واضح کر دیا کہ یہاں محض خوبصورتی، خوش الحانی، خاندانی امتیازات اور قبائلی شرف و فضیلت کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ معیار صرف اسلام و ایمان، راہ خدا میں جہاد اور ایثار و فداکاری جیسے اعلیٰ فضائل ہیں۔ غور کیجئے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح عملی طور پر انسانی اقدار کو سربلندی عطا کی۔ آپؐ نے اپنے قول سے زیادہ عمل، سیرت اور کردار کے ذریعہ قلوب کو متاثر کیا ہے۔ [۲]

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

[۲] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

# پانچ اصلی دشمن

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دور اندیش نگاہوں سے دیکھا کہ نومولود اسلامی معاشرہ کو پانچ دشمنوں سے خطرہ لاحق ہے:

## ا۔اطراف مدینہ کے قبائل

کبھی کبھی دشمن چھوٹا اور بے اہمیت ہوتا ہے مگر اس سے غفلت اچھی نہیں ہوتی، ممکن ہے یہی چھوٹا دشمن آئندہ بڑے دشمن کی شکل اختیار کر لے۔ اطراف مدینہ کے قبائل کچھ ایسے ہی تھے جنہیں وحشی کہنا غیر مناسب نہ ہوگا۔ ان کی پوری زندگی جنگ و خونریزی، وحشی پن اور غارتگری سے عبارت تھی۔

مدینہ میں قابل اطمینان اجتماعی نظم و ضبط کے باوجود امن کی بحالی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ضروری تھا کہ ان قبائل کے سلسلہ میں چارہ اندیشی کریں لہٰذا آپؐ نے ہر اس قبیلہ سے امن و سلامتی کا معاہدہ کیا جس میں ذرہ برابر بھی مروّت و مردانگی باقی تھی۔ ابتدا میں انہیں اسلام کی طرف دعوت نہیں دی، بلکہ انہیں اپنے کفر و شرک پر باقی رہنے دیا اور معاہدہ صرف امن کی بحالی کے لئے کیا۔ آپؐ اس معاہدہ کے پابند رہے لیکن جب وہ لوگ معاہدہ توڑتے تھے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں سبق سکھاتے تھے۔ تاریخ اسلام میں موجود متعدد سریوں کا تعلق

انہی سے ہے۔ جن لوگوں کو نصیحت کی زبان راس نہیں آتی ان کے فتنوں کی آگ کو صرف زور بازو کے ذریعہ ہی خاموش کیا جا سکتا ہے۔ اس قائدہ کے تحت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدرت وطاقت کے استعمال کے ذریعہ ان کی گستاخیوں اور امن مخالف سرگرمیوں کا خاتمہ کیا۔

## ۲۔ مکہ والے

دوسرا دشمن مکہ تھا جسے مرکزیت حاصل تھی۔ اگرچہ مکہ میں قانونی طور پر کوئی ایک حکومت نہیں تھی مگر وہاں کچھ متکبر، طاقتور اور بااثر ورسوخ سربراہوں کے ایک گروہ کی دادا گیری ضرور چلتی تھی۔ ان میں آپسی خلفشار تو تھا لیکن اس جدید دین کے بالمقابل ان کا اتحاد مثالی تھا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ والوں کو ایک بڑے خطرے کی شکل میں دیکھ رہے تھے اور ایسا ہی ہوا...... صلح حدیبیہ کو ہی لے لیجئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے قصد سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ مشرکین نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے مہینہ میں مکہ کی طرف آرہے ہیں جو قابل احترام ہے اور جس میں جنگ نہیں کی جا سکتی لہٰذا سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے؟ آنے دیا جائے یا روک دیا جائے؟ اگر آنے دیا جائے تو پھر مقابلہ کی کیا صورت ہو؟ کیا ماہ حرام میں بھی جنگ کی جائے؟ کس طرح جنگ کی جائے؟ اس طرح کے ڈھیروں سوال ان کے ذہنوں کو مشغول کئے ہوئے تھے۔ آخر کار فیصلہ یہ ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکہ میں داخلہ کی اجازت نہیں دی جائے گی اور ذرا سا موقع ملتے ہی مسلمانوں کا قتل عام کر دیا جائے گا۔

لیکن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعلیٰ تدبیر کے نتیجہ میں یہی کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرنے پر مجبور ہوئے جس کے مطابق آپؐ آئندہ سال مکہ میں عمرہ بجالا سکتے تھے۔ یہ معاہدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائرہ تبلیغ کی مزید وسعت کا سبب بھی بنا۔ دنیا اسے صلح کے نام سے جانتی

ہے لیکن خداوند کریم نے اسے فتح کا عنوان دیا ہے: {انا فتحنا لک فتحاً مبیناً} بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کی ہے۔

اگر صحیح اور مستند تاریخ کی طرف رجوع کیا جائے تو صلح حدیبیہ کے حوالے سے بڑے حیرت انگیز حقائق سامنے آئیں گے۔ آئندہ سال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرہ کے لئے تشریف لے گئے اور مخالفین کی مخالفتوں کے باوجود آپؐ کی شان وشوکت میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔

اس سے اگلے برس یعنی ہجرت کے آٹھویں سال جب کفار نے معاہدہ توڑا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ فتح کرلیا۔ ایسی عظیم فتح جو آپؐ کے اقتدار کی حکایت کرتی ہے۔

پورے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قدرت وتدبیر، صبر وحوصلہ، عزم و استقلال اور ثبات واستحکام کے ذریعہ اپنے اس دشمن کو بھی سر اٹھانے کا موقع نہ دیا اور آپؐ اپنے الٰہی اغراض ومقاصد کی راہ میں روز افزوں ترقی کے مراحل طے کرتے رہے۔

## ۳۔ قوم یہود

یہودی بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن تھے۔ یہ ایسے غیر قابل اطمینان لوگ تھے جنہوں نے ظاہری طور پر مسلمانوں کے ساتھ مدینہ میں ہی مل جل کر رہنے کا عہد کیا تھا مگر پھر بھی ایذا رسانی، خلل اندازی اور تخریب کاری سے باز نہیں آتے تھے۔ سورہ بقرہ کا ایک اہم حصہ اور بعض دیگر سورے یہودیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ثقافتی جنگ کے بیان پر مشتمل ہیں۔ ثقافتی مقابلہ اس لئے کیونکہ مدینہ کے یہودی خود ایک تہذیب وثقافت کے حامل تھے، آگاہ و ہوشیار تھے، ضعیف الاذہان افراد کے دل و دماغ کو متاثر کردیتے تھے، سازشیں رچاتے تھے، لوگوں کے درمیان ناامیدیاں پھیلاتے تھے، انہیں ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنادیتے تھے۔ یہ

یہودی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایسے دشمن تھے جن کی دشمنی بھی نظم وضبط اور منصوبہ بندی پر استوار تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ حتی المقدور نرمی برتی لیکن جب پانی سر سے اونچا ہوا تو انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ آپؐ نے بے وجہ انہیں سزا نہیں دی بلکہ ان تینوں یہودی قبیلوں میں سے ہر ایک نے کچھ شدید خلاف ورزیاں انجام دیں تو اپنے کئے کا نتیجہ بھی دیکھا۔ سب سے پہلے بنی قینقاع نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کی تو آپؐ نے فرمایا: اب تمہیں مدینہ چھوڑنا ہوگا۔

وہ مدینے سے نکال دیئے گئے اور ان کی جائیداد وغیرہ مسلمانوں کے حصے میں آئی۔

دوسرا قبیلہ بنی نضیر تھا جس نے خیانت کی ان کی داستان خیانت بڑی اہم ہے۔ ان کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اموال کے ساتھ مدینہ چھوڑنے کا حکم دیا لہٰذا وہ بھی چلے گئے۔

تیسرا قبیلہ بنی قریظہ کا تھا جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امان دیتے ہوئے مدینہ میں رہنے کی اجازت دی۔ انہیں مدینہ سے نہیں نکالا بلکہ ان سے یہ معاہدہ کیا کہ وہ جنگ خندق میں اپنے محلوں سے دشمن کو مدینہ میں داخل نہ ہونے دیں گے لیکن وہ بے مروتی کا ثبوت دیتے ہوئے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حملہ کے لئے دشمن سے ہم پیمان ہو گئے! وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے گئے معاہدہ پر باقی نہ رہے۔

مدینہ کے ایک حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمن سے مدینہ کی حفاظت کے لئے خندق کھدوا دی تھی اور دوسری جانب یہودیوں کا محلہ تھا جہاں سے دشمن کو روکنا ان کا کام تھا لیکن ان خیانت کاروں نے معاہدہ پر عمل کے بجائے پشت سے خنجر مارنا چاہا اور دشمن کے ساتھ سازش کر لی کہ ایک ساتھ مدینہ میں وارد ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ مگر ان کی یہ سازش مخفی نہ رہ پائی۔ سازش کے آشکار ہونے تک مدینہ کے محاصرہ کو تقریباً ایک مہینہ گزر چکا تھا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اس گندی سازش کا مقابلہ اپنی حکیمانہ تدبیر سے کیا جس کی بنیاد پر خود قریش اور یہودیوں کا ایک دوسرے سے اعتماد اٹھ گیا اور ساری سازشیں دھری کی

دھری رہ گئیں۔ پورا ماجرا تاریخ کے صفحات پر ثبت وضبط ہے۔اس جگہ پر حضور کی زبردست جنگی تدبیر اور سیاسی فراست کا مشاہدہ کیا گیا۔آپؐ نے انہیں یہیں روکے رکھا، جب قریش اور ان کے ہم پیمانوں کوشکست فاش ہوئی اوروہ خندق کے آس پاس سے مکہ کی طرف واپس پلٹ گئے تو رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ تشریف لائے اوراسی روز مسجد میں نماز ظہرادا کرنے کے بعد فرمایا کہ نماز عصر بنی قریظہ کے قلعوں کے سامنے پڑھی جائے گی۔ایک شب کا بھی وقفہ کئے بغیر آپؐ نے مسلمانانِ مدینہ کے ہمراہ بنی قریظہ کومحاصرہ میں لے لیا۔پچیس دن تک محاصرہ اور مقابلہ جاری رہا۔حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے ان کے سپاہیوں کوقتل کر دیا گیا کیونکہ ان کی خیانتیں بڑی تھیں اور قابل اصلاح نہیں تھیں۔سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ رویہ اختیار کیا اور اسلام و مسلمین کے سر سے بنی قریظہ، بنی نضیر اورخیبر کے یہودیوں کی دشمنی کا کالا سایہ اعلیٰ انسانی اخلاق کے ہمراہ قدرت، حکمت اورتدبیر کے ذریعہ دور کر دیا گیا۔ان تمام واقعات میں حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایک مقام پر بھی معاہدہ نہیں توڑا، دشمن بھی اس بات کے معترف ہیں کہ معاہدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں بلکہ خود یہودیوں نے توڑا تھا۔

## ۴۔منافقین

چوتھے دشمن منافقین تھے؛ یہ لوگ عوام کے درمیان تھے، زبان سے تو اقرار ایمان کیا کرتے تھے مگر ان کے دل ایمان سے خالی تھے۔ یہ انتہائی پست، کینہ پرور، تنگ نظر اور دشمن کا ساتھ دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہنے والے افراد تھے۔ یہودیوں اور منافقوں میں ایک بڑا فرق یہ تھا کہ منافقین کی اسلام دشمنی منصوبہ بند نہیں تھی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حملہ کی تاک میں رہنے والے منصوبہ بند دشمن کو امان نہیں دیتے تھے اوراس کے ساتھ وہ رویہ اختیار کرتے تھے جو آپؐ

نے یہودیوں کے ساتھ اختیار کیا لیکن جو دشمن منصوبہ بند نہیں تھے اور جن کی بے ایمانی، خباثت اور ہٹ دھرمی انفرادی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں تحمل فرمایا۔

عبد اللہ بن ابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شدید دشمنوں میں سے ایک تھا، تقریباً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے آخری سال تک زندہ رہا لیکن آپؐ نے اس کے ساتھ سخت رویہ اختیار نہیں کیا۔ سب جانتے تھے کہ وہ منافق ہے، اس کے باوجود آپؐ نے اس کے ساتھ دیگر مسلمانوں جیسا ہی سلوک روا رکھا، ہمیشہ بیت المال سے اس کے حقوق ادا کئے اور اس کی جان و مال کو محفوظ رکھا جبکہ اس جیسے منافقین اپنی خباثتوں سے باز نہیں آتے تھے اور سورہ بقرہ کا ایک حصہ انہی کی مذمت میں نازل ہوا ہے۔

جب بھی منافقین کے کسی گروہ نے منصوبہ بند تحریک شروع کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کا مقابلہ کیا۔ ایک مرتبہ ان لوگوں نے منافقانہ سازشوں کے لئے مسجد ضرار کو مرکز بنایا، اسلامی حکومت سے خارج روم کی قلمرو میں موجود ابو عامر راہب جیسے شخص سے رابطہ برقرار کیا تا کہ رومیوں کے ذریعہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لشکر کشی کی جائے۔ اس منصوبہ بند دشمنی سے مقابلہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد ضرار کو منہدم کر دیا اور فرمایا کہ یہ عمارت مسجد نہیں ہے بلکہ یہ، اللہ اور عوام کے خلاف سازشوں کا مرکز ہے۔

اسی طرح منافقین کے ایک گروہ نے اپنے کفر کا اظہار کرتے ہوئے مدینہ سے باہر ایک لشکر تیار کر لیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مقابلہ کیا اور فرمایا کہ اگر وہ نزدیک آئیں گے تو ان کے ساتھ جنگ کی جائے گی۔

خود مدینہ میں بھی منافقین موجود تھے لیکن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منصوبہ بند دشمنوں کی طرح ان کے ساتھ سلوک نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے منصوبہ بند منافقین کے مقابل سخت رویہ اختیار کیا لیکن دیگر منافقین کے ساتھ نرم سلوک روا رکھا کیونکہ ان کا خطرہ انفرادی تھا۔ اکثر و

بیشتر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نیک سلوک کے ذریعہ انہیں شرمندہ ہونے پر مجبور کر دیتے تھے۔

## ۵۔نفسانی خواہشات

پانچواں دشمن وہ تھا جو ہر مسلمان کے باطن میں موجود تھا اور یہی دشمن سب سے زیادہ خطرناک تھا۔ یہ دشمن ہمارے اندر بھی موجود ہے۔نفسانی خواہشات، خودغرضیاں، ضلالت و گمراہی کی طرف رجحان اور ایسی لغزشیں جن کا سبب خود انسان ہوتا ہے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دشمن کا بھی زبردست مقابلہ کیا۔ اس دشمن سے مقابلہ کی امتیازی حیثیت یہ ہے کہ اس میں شمشیر و تیر وتبر سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ تعلیم وتربیت، تزکیہ نفس اور انذار کے اسلحوں کو استعمال کیا جاتا ہے۔

ایک بار مسلمان فوج سخت جنگ کر کے لوٹی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں نے جہاد اصغر تو سر کر لیا مگر جہاد اکبر رہ گیا ہے۔سب کو بڑی حیرت ہوئی کہ اس سے بڑا کونسا جہاد ہوسکتا ہے لہٰذا سوال کر لیا: یا رسول اللہ وہ جہاد اکبر کیا ہے؟ ہم نے اتنی سخت جنگ لڑی، بڑی زحمتیں اٹھائیں، صعوبتیں جھیلیں، مصیبتیں برداشت کریں، اب اس سے بڑھ کر جہاد کیا ہوسکتا ہے؟! فرمایا: نفس سے جہاد

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ.[1]

اس آیت میں جن کے دلوں میں مرض بتایا گیا ہے وہ سب کے سب منافق نہیں ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ منافقین بھی اس آیت کے مصداق ہیں یعنی عین ممکن ہے کہ ایک شخص منافق

---

[1] سورۂ توبہ: ۱۲۵

نہیں بلکہ مومن ہومگر اس کے دل میں مرض پایا جاتا ہو۔ یہ کون سا مرض ہے؟ یہ کیسی بیماری ہے؟

جواب: اخلاقی برائیاں، نفسانی خواہشیں اور خود غرضیاں کہ اگر ان سے پرہیز نہ کیا گیا، ان کا مقابلہ نہ کیا گیا تو انسان ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر تو مومنوں کا سا ہوگا لیکن دل ایمان سے خالی ہوگا اور اس طرح آہستہ آہستہ وہ مومن دام نفاق میں گرفتار ہوتا نظر آئے گا۔ اگر خدا نخواستہ ہمارے اور آپ کے دل ایمان سے تہی ہو گئے جبکہ ظاہری شکل و شمائل مومنوں جیسے ہوں، اگر ہم ایمانی اور اعتقادی حدود سے تجاوز کر گئے جبکہ زبانیں حسب سابق مومنوں جیسی باتیں کر رہی ہوں تو یہی نفاق ہے۔ یہ ایک اسلامی معاشرہ کے لئے بہت بڑا خطرہ ہے۔ تاریخ میں متعدد مقامات پر اسلامی معاشروں کے انحراف کا اصل سبب یہی نفاق رہا ہے۔ جب یہ باطنی دشمن اپنے پورے لشکر کے ساتھ انسان پر حملہ آور ہوتا ہے اور اس کے دل کو ایمان سے تہی کر دیتا ہے تو وہیں سے انحراف جیسی بلا کا آغاز ہوتا ہے۔ جہاں انحراف ہے وہاں نفاق کارفرما ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دشمن سے بھی نبرد آزما ہوئے۔ [1]

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۷۹-۲-۲۳

# حکومتی خصوصیات

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے امور کو بغیر وقت برباد کئے بڑی تیز رفتاری اور تدبیر کے ساتھ مرحلہ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔ آپؐ کی ذات طہارت کی حامل تھی جو ہر عیب سے خالی تھی، معصوم اور پاکیزہ تھے اور یہی عصمت و پاکیزگی آپؐ کے اندر پائی جانے والی قوت تاثیر اور مقناطیسیت کی سب سے بڑی وجہ تھی۔ ہم سب کو اس سے درس لینا ہوگا۔ مجھے اور تمام عہدہ داران مملکت کو اس راہ پر چلنا ہوگا۔ اس لئے کہ تاثیر عمل، تاثیر زبان سے کہیں زیادہ مؤثر ہے۔

آپؐ کی گفتگو میں بڑی صراحت اور شفافیت پائی جاتی تھی۔ آپؐ نے کبھی دو طرح کی بات نہیں کی۔ جب دشمن سے روبرو ہوتے تھے تو ایسی سیاسی تدبیر اپناتے تھے کہ دشمن حیرت زدہ ومبہوت رہ جاتا تھا۔ آپؐ نے اچانک اپنائی جانے والی فوجی اور سیاسی حکمت عملی کے ذریعہ بارہا دشمنوں کو حیرت میں ڈالا ہے، لیکن مومنین اور اپنے امتیوں سے آپؐ کا رویہ انتہائی صاف و شفاف اور بغیر کسی سیاست کے ہوا کرتا تھا۔ مثال کے طور پر عبداللہ بن ابی کا واقعہ جو تفصیل طلب ہے۔ آپؐ نے عوام الناس، مختلف گروہوں یہاں تک کہ اپنے دشمنوں اور کفار مکہ سے بھی کئے گئے معاہدوں کو کبھی نہیں توڑا۔ ان لوگوں نے تو معاہدے توڑے مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہرگز نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ سارا زمانہ آپؐ کے معاہدوں پر اعتماد کرتا تھا۔

آپؐ نے خدا سے راز و نیاز میں کبھی کمی نہیں آنے دی بلکہ روز بروز خدا سے آپ کا رابطہ مستحکم ہوتا جاتا تھا۔ میدان جنگ میں جہاں اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کرتے تھے وہیں خود

بھی دست بہ شمشیر ہوکر سپہ سالاری کے فرائض کو بخوبی انجام دیتے تھے یا پھر ان کی رہنمائی فرماتے تھے کہ مختلف حالات میں کیا کریں، خاک پر بیٹھ جاتے تھے اور لوگوں کے سامنے گریاں آنکھوں کے ساتھ دست بہ دعا ہوتے تھے اور خدا سے یوں گفتگو فرماتے تھے: بارالہا! ہماری مدد فرما، خدایا! ہماری پشت پناہی فرما، پروردگارا! تو خود اپنے دشمنوں کو نیست و نابود کر۔

نہ آپؐ کا راز و نیاز اس بات کا سبب بنتا تھا کہ آپؐ اپنی طاقت کا استعمال نہ کریں اور نہ طاقت کا استعمال اس بات کا باعث ہوتا تھا کہ آپؐ خدا سے راز و نیاز نہ کریں۔ آپؐ دونوں مسئلوں پر توجہ رکھتے تھے۔

آپؐ اپنے خطرناک دشمنوں سے بھی کبھی خائف نہیں ہوئے۔ حضرت امیرالمومنین جو خود مظہر شجاعت ہیں، فرماتے ہیں کہ جب بھی جنگ میں سختیوں اور دشواریاں کا سامنا ہوتا تھا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ امان میں آجاتے تھے۔ [1]

## تیرے دیوانے خاص و عام ہوئے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدر اسلام کے مسلمانوں کے لئے خدا کے وجود کو ثابت کیا، قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی اور ایک ایک چیز کو ان پر واضح کیا۔ یہ باتیں ان کے ذہن و دل و دماغ پر اثر انداز ہوئیں۔ عمار جیسے فکری وسعت رکھنے والے ظاہر ہوئے {عمار افقہ من ابیہ} جہاں عمار جیسے وسیع الفکر افراد تھے وہیں عمار کی والدہ جیسے لوگ بھی تھے جن کی فکر اتنی وسیع و عمیق نہیں تھی کہ ظرافتوں اور لطافتوں کو درک کرسکیں لیکن تاریخ شاہد ہے کہ وہی عمار کی والدہ اس طرح تعلیمات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گرویدہ ہوئیں کہ بہت سے صاحبان فکر اس مقام تک نہ پہنچ سکے جہاں

---

[1] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۸۰-۲-۲۸

وہ پہنچیں۔ [1]

## کھجوروں کی ایک فصل

ہمیں سعی و کوشش کرنا ہوگی، کام کرنا ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے عظیم الشان مریدوں اور حقیقی صحابیوں کی ہم گرد پا ہیں، کے بارے میں یہ خیال ذہن میں نہ آئے کہ آپؐ صرف دعا پر اکتفا فرماتے تھے۔ دعا بھی کرتے تھے لیکن دعا و استغاثہ اور راز و نیاز کرنے والے یہی پیغمبر، الٰہی امداد کے لئے آنسو بہانے والے یہی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، دفاعی ساز و سامان اور اسلحوں کو بھی فراہم فرماتے تھے، مادی اور غذائی حوالے سے فوج کی پشت پناہی بھی فرماتے تھے، جنگی تدبیر اور حکمت عملی کا بھی استعمال کرتے تھے۔ جنگ احزاب کو ہی لے لیجئے، آپؐ نے ایسی سیاسی حکمت عملی اپنائی کہ دشمن کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی اور ابتدا میں تو بہت سے صحابہ بھی اسے نہ سمجھ پائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنوں کے قبیلوں سے ایک دو لوگوں کو مخفیانہ طور پر پیغام بھیج کر بلایا اور فرمایا: اگر تم جنگ نہ کرو تو مدینہ کے کھجوروں کی ایک سال کی پوری فصل تمہاری۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت زیادہ امید بھی نہیں تھی کہ وہ اس تجویز کو قبول کر لیں گے۔

ان لوگوں نے جواب دیا: غور کر کے بتائیں گے۔

جب وہ چلے گئے تو اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کی: یا رسول اللہ! انہیں ہم اپنی کھجور کیوں دیں؟! زمانہ جاہلیت میں بھی اگر یہ ہم پر حملہ آور ہوتے تو ہم اپنے بچے ہوئے کھجور تک انہیں نہ دیتے۔

---

[1] اہل قلم ائمہ جمعہ والجماعت سے خطاب، ۸-۱۱-۱۳۸۰

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف مسکرائے اور کوئی جواب نہیں دیا۔ جب وہ کفار اپنی فوج میں واپس پہنچے تو پوری فوج کے درمیان چہ می گوئیاں شروع ہوگئیں کہ فلاں فلاں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس گئے تھے اور انہوں نے ان سے ساتھ سازباز کر لی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب شک و تردید میں مبتلا ہوگئے اور ان کے درمیان اختلاف پڑ گیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح کے شیوے بھی اپناتے تھے۔ جنگ، حکمت عملی، تبلیغ، سراغ رسانی و معلومات، خلل ڈالنے والوں کو راستہ سے صاف کرنا، فوج کی حوصلہ افزائی وغیرہ وغیرہ سب کو ایک ساتھ لے کر آگے بڑھتے تھے۔ [1]

## کہکشاں، جس میں ہوں موجود ہزاروں خورشید

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات میں تمام انبیاء و اولیاء علیہم السلام کے فضائل سمٹے ہوئے تھے بلکہ انبیاء و اولیائے الٰہی علیہم السلام میں موجود تمام فضائل و کمالات، آپؐ کی ذات اقدس میں بدرجہ اتم و اکمل موجود تھے۔

نام احمد نام جملہ انبیاست

چون کہ صد آمد نود ہم پیش ماست

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لبوں پر آتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے ابراہیم، نوح، موسیٰ، عیسیٰ، لقمان، امیر المومنین، تمام ائمہ معصومین علیہم السلام اور صالحین، اس ذات مقدس میں مجسم ہوگئے ہوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو کائنات ہست و بود کے درخشاں ترین ستارہ سے تعبیر کیا جاسکتا ہے...... کہکشاں اسے کہتے ہیں جس میں ہزاروں سورج پائے جاتے ہیں۔ آپؐ کا

---

[1] سپاہ پاسداران انقلاب اسلامی کے عہدیداروں سے خطاب، ۱۳۸۲-۶-۲۴

وجودمقدس بھی اسی کہکشاں کی مانند ہے جس میں فضائل وکمالات کے ہزاروں چمکتے دمکتے سورج پائے جاتے ہیں۔

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات وہ ذات ہے جہاں علم ہے تو اخلاق بھی ہے،حکومت ہے تو حکمت بھی ہے،عبادت خالق ہے تو خدمت مخلوق بھی ہے، جہاد ہے تو رحمت بھی ہے،عزت ہے تو خاکساری بھی ہے،خیال امروز ہے تو فکر فردا بھی ہے،سادگی ہے تو دوراندیشی بھی ہے،صداقت ہے تو سیاسی فراست بھی ہے،سلامتیٔ روح کی فکر ہے تو صحت جسم کا بھی خیال ہے،یعنی دنیا کے ساتھ عقبیٰ بھی ہے،الٰہی اغراض ومقاصد کے ساتھ انسانی تقاضے بھی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ اسوہ کامل ہیں جن سے کامل وجود خدائے منان نے خلق ہی نہیں کیا۔آپؐ مبشر یعنی بشارت دینے والے ہیں،منذر یعنی ڈرانے والے ہیں، پوری تاریخ انسانیت کے گواہ ہیں، پوری انسانیت کو خدا کی طرف دعوت دینے والے ہیں،راہ انسان پر ایک روشن چراغ ہیں:

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ [1] [2]

## فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (ثابت قدم رہو جیسا حکم دیا گیا ہے)

معاشرہ میں اخلاق کی ترویج کے لئے دو چیزیں لازم ہیں:

۱۔خود ہماری سعی وکوشش اور محنت وریاضت

۲۔ارادہ تعلیم وتربیت،تربیتی مراکز اور تعلیمی مراکز کے ذریعہ معاشرہ کی مختلف سطحوں کو دی جانے والی تعلیم۔

---

[1] سورۂ احزاب ۴۵۔۴۶

[2] حرم امام رضا علیہ السلام کے {صحن جامع} میں لوگوں سے خطاب، ۱۳۸۵۔۱۔۱

ہم پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو مومن، مسلمان، تابع پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اعلیٰ اخلاقیات کا حامل بنائیں۔ بری صفتوں کی ایک فہرست بنائیں اور دیکھیں کہ کون کون سی صفتیں ہمارے اندر موجود ہیں اور پھر ان سے خود کو پاک کریں۔ اسی طرح اچھی صفتوں کی ایک فہرست تیار کریں اور سعی و کوشش اور مشق کے ذریعہ انہیں اپنے اندر پروان چڑھائیں۔ اس راہ میں کامیابی کی ضمانت محبت ہے، خدا سے محبت، رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام سے محبت اور خود اس راہ سے محبت۔ اس محبت میں روز افزوں اضافہ ہونا چاہیے۔

أَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَ حُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَ حُبَّ كُلِّ عَمَلٍ يُوصِلُنِي إِلَى قُرْبِكَ.[۱]

خدا کی محبت، رسول اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی محبت اور خدا کے نزدیک محبوب چیزوں کی محبت کو اپنے دل میں زندہ کریں۔

استقامت و پائیداری بھی ضروری ہے۔ سورہ ہود میں خداوند کریم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ط [۲]

تم اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تمہارے ساتھ (کفّر سے) توبہ کی ہے ٹھیک ثابت قدم رہو اور سرکشی نہ کرو۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روایت ہے جس میں آپ نے فرمایا:

---

[۱] زاد المعاد-مفتاح الجنان/413/المناجاة التاسعة: مناجاة المحبين:.....ص: 412

[۲] سورۂ ہود: ۱۱۲

شَيَّبَتْنِيْ سُوْرَةُ هُوْدٍ.[1]

یعنی سورہ ہود کی سنگینی نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

سورہ ہود کی کون سی آیت ہے؟ روایتوں کے مطابق وہ آیت یہی تھی:

فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ.

اس آیت نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوڑھا کیوں کر دیا؟ چونکہ خدا کا فرمان ہے کہ جس طرح ہم نے تمھیں حکم دیا ہے اسی طرح راہ صبر و استقامت پر گامزن رہو۔ یہ استقامت بڑی دشوار شے ہے۔ یہ وہی صراط ہے جس کی تجلی بروز قیامت بھی ہمارے سامنے ہوگی۔ اس دنیا میں ہمارے اعمال کا باطن اور ہماری راہ وہی پل صراط ہے۔ ہم اس وقت پل صراط پر ہیں لہٰذا ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اگر انسان اپنے تمام اعمال و کردار اور رفتار و گفتار میں ہوشیار رہے، غور و خوض کرے تو وہ بوڑھا ہو جائے گا۔ میری نظر میں اس آیت میں بعد میں آنے والا جملہ پہلے جملہ سے بھی زیادہ اہم ہے:

وَمَنْ تَابَ مَعَكَ.

صرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہی استقامت کا حکم نہیں ہو رہا ہے بلکہ انہیں مومنوں کی بڑی تعداد کو بھی راہ استقامت پر گامزن کرنا ہے۔ یہ ایسے انسان ہیں جو ایک طرف مصیبتوں اور مشکلات سے دوچار ہیں تو دوسری طرف انہیں نفسانی خواہشات کا خطرہ لاحق ہے۔ انسان کا دل نفسانی خواہشات کے نتیجہ میں دنیا کی زرق و برق اور چکاچوند میں گرفتار ہو کر صراط مستقیم سے بھٹک جاتا ہے۔ سیم و زر کی محبت، مال و دولت کی محبت، جنسی خواہشات کی محبت، جاہ و مقام کی محبت اس کے دل پر کمند ڈال کر اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ ان کے مقابلہ میں صبر و استقامت

---

[1] هداية الأمة إلى أحكام الأئمة عليهم السلام / ج-3/68/الثاني: في إكرام القرآن والتفكر في معانيه.....ص: 67

ضروری ہے تا کہ انسان لغزشوں کی کھائی میں نہ گر پڑے:

**وَمَنْ تَابَ مَعَكَ.**

اس مقناطیسیت سے مومن کو بچانا، انہیں صراط مستقیم پر قائم رکھنا اور ان کی ہدایت کرنا، وہ امور ہیں جنہوں نے حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بوڑھا کر دیا۔

جن لوگوں کو اخلاقیات سے کوئی سروکار نہ تھا انہیں رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مقام تک پہنچا دیا کہ ان کی عظمت و نورانیت کے سامنے فرشتے بھی سر تسلیم خم کئے ہوئے تھے۔ اسے استقامت کہتے ہیں۔[1]

## کیا حیات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی مختصر ہے؟!

حیات مرسل اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کی بابرکت زندگی کے بہت سے گوشے ناگفتہ رہ گئے ہیں۔ ہم صرف آپؐ کی حیات طیبہ کے چند واقعات کو دہراتے رہتے ہیں۔

کیا حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اسی میں خلاصہ ہوتی ہے؟

صرف مدینہ کی دس برس کی زندگی میں ہی بے شمار عبرت آموز واقعات پائے جاتے ہیں۔

آج ہم ایسے حالات میں زندگی گزار رہے ہیں جو چند پہلوؤں سے زمانہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شباہت رکھتے ہیں۔ معاشرہ کے ہر چھوٹے بڑے اور علماء وعوام کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ سے درس لینے کی اشد ضرورت ہے۔ آپؐ کی زندگی کے آخری دس

---

[1] بسیج کے جوانوں سے ایک ملاقات کے دوران خطاب، ۱۳۸۵-۱-۶

برس تو واقعات سے پُر ہیں۔ان دس برسوں میں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر دکھایا ہے اگر اسے انجام دینے کے لئے کوئی بے انتہا محنتی انسان کمر ہمت کس لے تو اپنی تمام سعی وکوشش کے باوجود اسے سو برس لگ جائیں گے مگر پھر بھی اس کے کام کی کیفیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامات سے قابل موازنہ نہ ہوگی۔ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس عظمت سے بے خبر ہیں۔ [۱]

## اگر مجھ پر کوئی حق ہے تمہارا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آئے،منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اگر میری گردن پر کسی کا حق رہ گیا ہے تو وہ طلب کر لے۔لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے،کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ کی گردن پر ہمارا حق؟! فرمایا: خدا کی بارگاہ میں رسوائی تمہارے درمیان رسوائی سے کہیں زیادہ سخت اور شدید ہے لہٰذا اگر مجھ پر تمہارا کوئی حق رہ گیا ہے تو اسے طلب کر لو تاکہ بات قیامت تک نہ پہنچے۔

سبحان اللہ! کیا اخلاق ہے! یہ کون کہہ رہا ہے؟ وہ بلند مرتبت شخصیت جس کی ہم نشینی پر جبرئیل امین بھی نازاں ہیں۔آپؐ،لوگوں سے مزاح نہیں فرما رہے تھے بلکہ اپنے قول میں سنجیدہ تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی کا حق ضائع ہوا ہو۔آپؐ نے دو تین بار یہ جملے دہرائے۔

روایتوں میں ملتا ہے کہ ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ پر ایک حق رکھتا ہوں،ایک مرتبہ آپ اپنے ناقہ پر سوار ہو کر میرے قریب سے گزر رہے تھے،میرا ناقہ آپ کے نزدیک پہنچا تو آپ نے اپنے عصا سے اسے دور کرنا چاہا لیکن وہ عصا میرے شکم پر لگا۔آج میں اس کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔

---

[۱] محکمہ عدالت کے قاضیوں اور کارندوں سے خطاب، ۱۳۸۲-۴-۷

حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پیرہن ہٹایا اور فرمایا: آؤ اسی وقت قصاص لے لو۔

لوگ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہے تھے کہ کیا یہ واقعی قصاص لینا چاہتا ہے؟! اس کا دل کیسے اس بات کو گوارا کرسکتا ہے؟!

ادھر حضورصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو اپنے بیت الشرف بھیج کر وہی عصا منگایا اور فرمایا: آؤ، اسی عصا سے میرے شکم پر مارو۔

وہ شخص آگے بڑھا، وہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا تھا لوگوں کی حیرت میں اضافہ ہوتا جاتا تھا، سب اس بات سے شرمندہ تھے کہ کہیں یہ شخص جسارت نہ کر بیٹھے لیکن وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں پر گر پڑا، آپ کے شکم مبارک کا بوسہ لینا شروع کر دیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں آپ کے جسم اقدس سے مس ہو کر خود کو آتش جہنم سے نجات دینا چاہتا تھا۔ [۱]

## مژدہ نماز

روایات میں وارد ہوا ہے کہ قیام نماز کا مژدہ پیغمبر عظیم الشان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وجد میں لا دیتا تھا۔ آپؐ، حضرت بلالؓ سے جو ہمیشہ یہ مژدہ سنایا کرتے تھے، فرماتے تھے: ارحنا یا بلال یعنی اے بلال! اذان یعنی قیام نماز کے مژدہ کے ذریعہ ہمارے دل کو سکون بخشو۔ [۲]

---

[۱] خطبات نماز جمعہ، تہران، ۱۳۸۰-۲-۲۸

[۲] شیراز میں سالانہ نماز سیمینار کے موقع پر پیغام، ۱۳۷۳-۶-۱۰

# عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقع پر ملک کے اعلیٰ حکام سے خطاب

(۲۰۰۹ / ۰۳ / ۱۵)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں آپ حاضرین مجلس، ملک کے اعلیٰ حکام، بین الاقوامی وحدت کانفرنس کے مہمانوں، اسلامی ممالک کے سفراء، پوری ایرانی قوم، دنیا کے تمام مسلمانوں بلکہ تمام عالم انسانیت کے آزاد ضمیر انسانوں کی خدمت میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مناسبت سے تبریک و تہنیت پیش کرتا ہوں۔

آج کا دن عالم اسلام کے لئے ایک بہت بڑا دن ہے، جو شیعوں کے مشہور محدّثوں کے اعتبار سے سرور کائنات، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا دن ہے، اسی طرح یہ دن، حضرت امام صادق علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا دن بھی ہے جو ۸۳ ھجری قمری میں پیدا ہوئے۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کا واقعہ صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ واقعہ، عالم انسانیت کے راستے کو متعیّن کرنے میں ایک فیصلہ کن کردار کا حامل ہے۔ وہ حوادث جو اس تاریخی واقعے کے وقت رونما ہوئے (جنہیں تاریخ نے نقل کیا ہے) وہ خود اس ولادت کے

معنی و مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اہل تاریخ نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے وقت دنیا کے مختلف گوشوں میں، کفر و شرک کے مظاہر میں خلل پیدا ہوا، فارس کا آتشکدہ جس کی آگ پچھلے ایک ہزار سال سے مسلسل جل رہی تھی، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت بجھ گیا۔ عبادت خانوں کے بت سرنگوں ہو گئے، معابد کے راہبوں اور خادموں کو اس پر سخت تعجّب ہوا کہ آخر ماجرا کیا ہے! یہ کفر و شرک اور مادہ پرستی کے جسم پر اس ولادت کا علامتی وار تھا۔

دوسری طرف، اس دور کی ظالم و جابر اور مشرک ایرانی سلطنت بھی سانحے کا شکار ہوئی اور قصر کسریٰ کے چودہ کنگرے ٹوٹ گئے، جو اس بات کی ایک دوسری علامت تھی کہ یہ ولادت، دنیا میں ظلم و سرکشی، طاغوت سے پیکار کا مقدّمہ ہے۔

اس ولادت باسعادت میں جہاں، فردی طور پر انسانوں کی فکری اور قلبی ہدایت کا پہلو مضمر ہے وہیں اجتماعی اعتبار سے معاشرے کی عملی ہدایت و راہنمائی، دنیا میں ظلم و جور سے پیکار، طاغوتی طاقتوں کے مقابلے کا علامتی پہلو بھی نمایاں ہے۔ یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کے علامتی پہلو ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں متعدد مقامات پر اس دور کی کیفیت کو بیان کیا ہے جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس کا آفتاب عالم تاب طلوع ہوا تھا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

وَالدُّنْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ ظَاهِرَةُ الْغُرُورِ.[1]

دنیا کی روشنی کجلائی ہوئی تھی، اور اس کا فریب واضح تھا۔

اس دور میں انسانیت، نور ہدایت سے محروم تھی؛ اسے جہالت، سرکشی اور گمراہی کی

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۸۹

تاریکی نے گھیر رکھا تھا، البتہ ان تمام ظلمتوں کا مرکز، وہ مقام (جزیرۃ العرب) تھا جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنکھیں کھولیں اور مبعوث بہ رسالت ہوئے۔ ہر تاریکی اور گمراہی کا نمونہ، جزیرۃ العرب، خاص کر شہر مکّہ میں دکھائی دیتا تھا، وہاں فکری اور اعتقادی انحرافات، شرک و بت پرستی کے مظاہر کے علاوہ، تند خوئی اور سنگ دلی کے وہ دلخراش مناظر دکھائی دیتے تھے جن کی مثال نہیں ملتی، قرآن ان کی سنگ دلی کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور جب خود ان میں سے کسی کو لڑکی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ خون کے گھونٹ پینے لگتا ہے، قوم سے منہ چھپاتا ہے کہ بہت بری خبر سنائی گئی ہے اب اس کو ذلت سمیت زندہ رکھے یا خاک میں ملا دے یقیناً یہ لوگ بہت برا فیصلہ کر رہے ہیں۔ [۱]

یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت اور بعثت کے دور میں انسانی اخلاق کا ایک چھوٹا سا نمونہ ہے۔

وَ كَانَ بَعْدَهُ هُدًى مِنَ الضَّلَالِ وَ نُوراً مِنَ الْعَمَى. [۲]

بشریت اندھی تھی، بینا ہوگئی، دنیا تاریک تھی۔

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود کے نور سے منوّر ہو گئی۔ یہ اس عظیم ولادت اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا معنی و مفہوم ہے۔ صرف ہم مسلمان ہی اس مقدّس وجود کی وجہ سے

---

[۱] سورۂ نحل ۵۸و۵۹

[۲] مفاتیح الجنان، دعاے ندبہ

خداوند متعال کے احسان اور نعمت کے مرہون منّت نہیں ہیں بلکہ پوری انسانیت اس نعمت کی مرہون منّت ہے

یہ بات صحیح ہے کہ متعدّد صدیوں کے گزرنے کے باوجود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ہدایت و راہنمائی (دین اسلام) نے ابھی پوری بشریت کا احاطہ نہیں کیا ہے؛لیکن یہ مشعل فروزان اور روزافزوں روشن چراغ ہمیشہ سے بشریت کے درمیان موجود رہا ہے اور عالم انسانیت کو مسلسل،نور ہدایت کے سرچشمے کی راہنمائی کررہا ہے۔اگر آپ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی ولادت اور بعثت کے بعد کے دور کا جائزہ لیں گے تو یہ حقیقت آپ پر روز روشن کی طرح عیاں ہو گی۔انسانیت نے اخلاقی قدروں کی راہ میں مسلسل آگے کی سمت قدم بڑھایا ہے؛اس نے ان قدروں کی معرفت میں نمایاں پیشرفت حاصل کی ہے،رفتہ رفتہ ان کا دائرہ وسیع ہوتا جائے گا اور روز بروز ان میں شدت آتی جائے گی یہاں تک کہ انشاء اللہ ایک دن یہ دین پوری دنیا پر چھا جائے گا،

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ.[1]

اور انسانیت، خداوند متعال کے بتائے ہوئے صراط مستقیم اور راہ ہدایت پر گامزن ہوجائے گی۔

انسانی زندگی کا واقعی آغاز اسی دن سے ہوگا،اس دن لوگوں پر خدا کی حجّت تمام ہو جائے گی اور بشریت اس عظیم راستے پر گامزن ہوجائے گی۔

ہم امّت اسلامی ہونے کے اعتبار سے،عصر حاضر میں اس عظیم نعمت کے سامنے کھڑے ہیں،ہمیں اس نعمت سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ہمیں اپنے دل ودماغ،اپنے دین، اپنے طرزفکر،اپنی دنیا،اپنی زندگی اور ماحول کو اس مقدّس دین کی تعلیمات کی برکت سے منوّر کرنا

---

[1] سورۂ توبہ:۳۳

چاہئے، چونکہ یہ دین سراسر نور اور بصیرت ہے، ہم اپنے آپ کو اس دین سے نزدیک کر سکتے ہیں اور اس کی تعلیمات سے مستفید ہو سکتے ہیں، یہ ہم سب مسلمانوں کا ایک عمومی فریضہ ہے۔

وہ چیز جس پر میں آج زور دینا چاہتا ہوں اور وہ ہم مسلمانوں کا ایک عظیم فریضہ اور اوّلین ترجیح ہے، وہ مسلمانوں کے اتحاد اور یکجہتی کا مسئلہ ہے، ہم نے انقلاب کے آغاز سے ۱۷ ربیع الاوّل پر اختتام پذیر ہونے والے ہفتے کو ہفتہ وحدت سے موسوم کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاوّل اہل سنّت کی مشہور روایت کے اعتبار سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا یوم ولادت ہے اور ۱۷ ربیع الاوّل شیعوں کی مشہور روایت کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اسلام کی ولادت باسعادت کا دن ہے، انقلاب کے اوائل سے، ایرانی قوم اور اس ملک کے مسؤلین نے ان دو تاریخوں کے درمیان کے ایّام کو ہفتہ وحدت سے موسوم کیا اور اسے مسلمانوں کے اتحاد و یکجہتی کی رمز اور علامت قرار دیا، لیکن زبانی جمع خرچی کافی نہیں ہے؛ نام رکھنا کافی نہیں ہے؛ ہمیں اس بات کا عملی مظاہرہ کرنا چاہئے؛ ہمیں اتحاد و یکجہتی کی سمت قدم بڑھانا چاہئے، آج عالم اسلام اتحاد کا محتاج ہے، تفرقے اور اختلاف کے عوامل بھی موجود ہیں؛ ان عوامل و اسباب پر قابو پانا اور ان پر کامیاب ہونا ضروری ہے۔

بڑے مقاصد اور اہداف کے حصول کے لئے، محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی بھی بڑا مقصد، جانفشانی کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، مسلمانوں کا اتحاد بھی جانفشانی اور جدوجہد کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم اتحاد بین المسلمین کے لئے جانفشانی کا مظاہرہ کریں۔ یہ اتحاد بہت سی گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے، عالم اسلام کی بہت سے مشکلات کو حل کرسکتا ہے اور اسلامی معاشرے اور مسلمان قوموں کی عظمت اور شان وشوکت کو لوٹا سکتا ہے۔ مسلم ممالک کی حالت زار کا جائزہ لیجیے، مسلمانوں کی حالت پر نظر دوڑائیے جو دنیا کی مجموعی آبادی کا چوتھائی حصّہ ہیں، عالمی سیاست کو رہنے دیجیے، حتیٰ ان کے اپنے ملکوں کے داخلی

مسائل میں بیرونی طاقتوں اور ناپاک عزائم رکھنے والی طاقتوں کے مقابلے میں ان کا کردار اور اثر اندازی کہیں کم اور معمولی نوعیت کی ہے، اس کی وجہ ان طاقتوں کا بیگانہ ہونا نہیں ہے (اگر چہ ہم اپنے آپ اور اپنے مخاطبین کو اس سے خبر دار کرتے رہتے ہیں) بلکہ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ طاقتیں، برے ارادے رکھتی ہیں؛ تسلّط پسندی کا جذبہ رکھتی ہیں؛ وہ اسلامی قوموں کو اپنے سامنے ذلیل و رسوا کرنا چاہتے ہیں؛ وہ مسلمانوں کو اپنی بے چون و چرا اطاعت پر مجبور کرنا چاہتے ہیں، کیا اتحاد و یکجہتی کے علاوہ کوئی اور راستہ بھی ہے جس کے ذریعہ یہ پچّاس سے زیادہ مسلم ممالک ان متکبر و تسلط پسند طاقتوں کے ناپاک عزائم کا مقابلہ کرسکیں؟ ہمیں ایک دوسرے سے نزدیک ہونا چاہئے؛ اتحاد و یکجہتی کی راہ میں دو عامل سب سے بڑی رکاوٹ ہیں، ہمیں ان کو دور کرنا چاہئے۔

ایک عامل، ہمارا اندرونی عامل ہے: اور وہ ہمارا مذہبی تعصّب اور ہر مذہب کے ماننے والوں کا اپنے عقائد کی پابندی ہے۔ اس پر کنٹرول کرنا ہوگا۔ اپنے عقائد و اصول پر ایمان و یقین رکھنا، بہت اچھّی چیز ہے، ان پر ثابت قدم رہنا بھی اچھّی بات ہے، لیکن اسے اثبات کی حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہئے، اسے دوسروں کے عقائد کی نفی، ان کی توہین اور دشمنی و عداوت میں تبدیل نہیں ہونا چاہئے، جو لوگ امّت اسلامی کا حصّہ ہیں انہیں ایک دوسرے کا احترام کرنا چاہئے؛ اگر وہ اپنے عقیدے پر باقی رہنا چاہتے ہیں تو رہیں، لیکن دوسروں کے عقیدے، ان کے نظریّات اور افکار، ان کے حقوق کا احترام کریں، بحث اور مناظرے کو علمی محافل کے سپرد کریں، اگر علماء اور صاحبان فن، علمی بحث و مناظرہ کرنا چاہتے ہیں تو کریں، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، لیکن علمی محافل میں بحث و مناظرے اور کھلے عام ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے، عمومی سطح میں ان مسائل کو پیش کرنے میں واضح فرق پایا جاتا ہے، علماء اور حکام کو اس پر کنٹرول کرنا چاہئے، مسلمانوں کے تمام گروہوں پر اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، یہ شیعوں کا بھی فریضہ ہے اور اہل

سنّت کا بھی، دونوں کو اتحاد و یکجہتی کی سمت قدم بڑھانا چاہیئے۔تفرقے اور اختلاف کا یہ ایک عامل ہے جو اندرونی عامل شمار ہوتا ہے۔

اختلاف وتفرقے کا بیرونی عامل، خودغرض اسلام دشمن طاقتیں ہیں جو مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے کے درپے ہیں، اس سے غفلت نہ کیجیے، صرف عصر حاضر کی بات نہیں ہے بلکہ دنیا کی تسلّط پسند قوتوں کو جب سے یہ محسوس ہوا ہے کہ وہ قوموں پر اثر انداز ہوسکتی ہیں تب سے اختلاف کو ہوا دینے کی سازشوں کا آغاز ہوا ہے ؛عصر حاضر میں ان سازشوں میں پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ شدت آئی ہے، عصر حاضر کے ماڈرن ارتباطی وسائل (ریڈیو، ٹیلیویژن، انٹرنیٹ وغیرہ) بھی اس سلسلے میں معاون ثابت ہورہے ہیں۔ یہ نفرت کی آگ بھڑکا رہے ہیں ؛ یہ لوگ، اختلاف بھڑکانے کے لئے نئے نئے نعرے ایجاد کررہے ہیں، ہمیں حالات کی نزاکت کو سمجھنا چاہیئے ؛ہمیں ہوشیار رہنا چاہیئے، افسوس کا مقام ہے کہ مسلم قوموں اور ممالک کے اندر کچھ افراد مسلمانوں کے حقیقی دشمنوں کے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔

دو ماہ قبل، امّت اسلامی کو ایک دوسری کامیابی نصیب ہوئی اور وہ تھی غزہ پٹّی میں دشمن صہیونیوں کے خلاف، فلسطین کی تحریک استقلال کی کامیابی، فلسطینی تحریک کو ایک عظیم اور تابناک کامیابی نصیب ہوئی۔اس سے بڑھ کر کس کامیابی کا تصوّر کیا جاسکتا ہے کہ ایک ایسی مسلّح فوج، بائیس دن تک اپنی پوری طاقت صرف کرے اور فلسطین کے ثابت قدم جوانوں، مومن مجاہدوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور نہ کرسکے، انہیں شکست نہ دے سکے، جس نے سن 1967ء سے سن 1973ء تک تین بڑے ممالک کی افواج کو شکست سے دوچار کیا تھا؟ ایک ایسی فوج خالی ہاتھ لوٹنے پر مجبور ہوئی، جس کی وجہ سے غاصب صہیونی حکومت اور اس کے حامیوں بالخصوص امریکہ کی عزّت خاک میں مل گئی۔یہ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی کامیابی تھی ؛ اس کامیابی نے مسلمانوں کے درمیان ہمدردی اور ہمدلی کا جذبہ بیدار کیا، یہاں سنّی ،شیعہ کا مسئلہ نہیں اٹھا سکے،

یہاں دشمن نے قومیت کے مسئلے کو اٹھایا، عرب وغیر عرب کی دہائی دی، اور یہ نعرہ لگایا کہ فلسطین کا مسئلہ، عرب دنیا سے مخصوص ہے اور غیر عرب ممالک کو اس میں مداخلت کا حق نہیں ہے! ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ فلسطین کا مسئلہ، اسلام کا مسئلہ ہے، عرب وعجم کی بات نہیں ہے۔

عالم اسلام میں قومیت کے مسئلے کو اچھالنا ایک انتہائی خطرناک قدم ہے اور اختلاف و تفرقے کا سب سے بڑا عامل ہے، اگر دشمن، عالم اسلام میں قومیت کے مسئلے کو چھیڑ کر، عرب کو فارس سے، ترک کو کرد سے، انڈونیشیائی کو ملیشیائی سے، ہندوستانی کو پاکستانی سے جدا کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اسلام کے دامن میں کیا باقی رہے گا؟ کیا یہ اسلامی امّت اور اس کی طاقت و توانائی کو نیلام کرنے کے مترادف نہیں ہے؟ یہ استعمار کی چالیں ہیں، افسوس کہ عالم اسلام میں بھی بعض افراد ان کی ان چالوں کے جال میں پھنس جاتے ہیں، وہ مسلمانوں کو لبنان اور فلسطین کی کامیابی کا مزہ نہیں چکھنے دینا چاہتے؛ ان میں اختلاف ڈالنے کے لئے انہیں ایک دوسرے سے الگ کرنے کے لئے فوراً اختلاف وتفرقے کے عامل کو ابھارتے ہیں۔

امّت اسلامیہ کو بیدار ہونا چاہئے؛ اسے ان سازشوں کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا فریضہ، سیاستدانوں پر عائد ہوتا ہے، مسلم ممالک کے حکام اور سربراہان مملکت بھی ہوشیار رہیں۔ ممکن ہے یہ قومیت کا نعرہ بعض مسلم سیاستدانوں کی زبان سے جاری ہو لیکن ہم اس کے اصلی عامل سے بخوبی واقف ہیں اور اس کی شناخت میں کسی غلطی کے مرتکب نہیں ہوں گے۔ یہ آواز ان کے گلے سے نکل رہی ہے لیکن ان کی نہیں ہے؛ یہ غیروں کی پکار ہے، یہ دنیا کی استکباری طاقتوں کی آواز ہے، یہ طاقتیں، عالم اسلام کے اتحاد و یکجہتی کی مخالف ہیں، اگر یہ آواز اسلامی امّت کے اندرونی عناصر کے ذریعہ اٹھائی جا رہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ فریب خوردہ ہیں، یہ ان کی آواز نہیں ہے۔ یہ اسلام دشمن طاقتوں کی آواز ہے؛ ہم اسے اچھّی طرح پہچانتے ہیں۔ سب سے پہلے سیاست دانوں اور حکام، اس کے بعد عالم اسلام کے

مفکّروں، علماء دین، روشن ضمیر افراد؛ اہل قلم، شاعروں؛ ادیبوں اور دانشوروں پر یہ عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو ان عوامل سے آگاہ کریں جو مسلمانوں کے اتحاد میں رخنہ ڈالنا چاہتے ہیں، اور مسلمانوں کو خدا کی مضبوط رسّی سے الگ کرنا چاہتے ہیں۔

قرآن مجید نے واضح الفاظ میں، ہمیں اتحاد کی دعوت دی ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا

سب مل کر اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

اللہ کی رسّی کو ایک ایک کر کے بھی پکڑا جا سکتا ہے، لیکن قرآن کا حکم ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيْعًا.

سب مل کر اس رسّی کو پکڑو۔

وَلَا تَفَرَّقُوْا [1]

اور اس کو پکڑنے میں اختلاف پیدا نہ کرو۔

یہاں تک کہ خدا کی رسّی کو پکڑنے کے لئے بھی اتحاد کی دعوت دی گئی ہے چہ جائیکہ بعض خدا کی رسّی کو پکڑنا چاہتے ہوں اور بعض شیطان کی رسّی کے پیچھے ہوں۔ اگر خدا کی رسّی کو پکڑنا چاہتے ہیں تو یہاں بھی سب مل جل کر اسے پکڑیں اور ہمدردی اور الفت کا مظاہرہ کریں۔ اتحاد عالم اسلام کا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔

ہم خداوند متعال سے دعا گو ہیں کہ پورے عالم اسلام، مسلم قوموں، مسلم حکومتوں کو اس بات کی توفیق عنایت فرمائے کہ وہ اس اہم اور سنگین مسئلہ کو اس کی شایان شان اہمیت دیں اور اسے عملی جامہ پہنائیں، ہمارے عزیز امام رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر خداوند متعال کی رحمتوں کا نزول ہو جنہوں نے اس دور میں اتحاد کی فریاد بلند کی اور مسلمانوں کو اتحاد کی دعوت دی۔ ہم دعا کرتے ہیں

---

[1] آل عمران: ۱۰۳

کہ خداوند متعال ہمارے دلوں کو اس دعوت سے زیادہ سے زیادہ مانوس و آشنا کرے، اور امّت اسلامیہ کے مستقبل کو ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ بہتر بنائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

# عید میلاد النبیؐ کے موقع پر ملک کے اعلیٰ حکام اور عوام کے مختلف طبقات سے خطاب

(۲۰۱۰ / ۰۳ / ۰۴ـ۱۷:۵۴)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

ہم تمام محترم حاضرین جلسہ، عزیز مہمانوں اور ایران کی عظیم قوم کو اس عید سعید کی مناسبت سے مبارک باد اور تہنیت پیش کرتے ہیں؛ اسی طرح ہم تمام اہل اسلام، امت مسلمہ اور دنیا کے حرّیت پسندوں اور راہ حق کی تلاش و جستجو کرنے والوں کو بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں، سترہ ربیع الاوّل کا دن تاریخ بشریت کا ایک بہت بڑا دن ہے۔ یہی دن، تاریخ بشریت کی ایک بے مثال شخصیت کا یوم ولادت قرار پایا جو انسانوں میں سب سے افضل و اعلیٰ، خدا کے نیک بندوں میں سب سے ممتاز اور تمام انسانی فضائل و کمالات کا مجموعہ ہے۔ اس کے علاوہ یہ دن امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت باسعادت کا دن بھی ہے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی برحق ہیں اور ان کے افکار و نظریات اور حقیقی اسلام کے ناشر ہیں۔

یہ دن عالم اسلام کے لئے ایک انتہائی مبارک دن ہے؛ جس دور میں اس مقدّس وجود نے عالم ہستی میں قدم رکھا تھا، یہ مبارک وجود اس دور کی تاریکیوں اور ظلمتوں کے درمیان، نور کی کرن شمار ہوتا تھا، اس دور میں ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا:

ظُلُماتٌ بَعْضُها فَوْقَ بَعْضٍ.[1]

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام اس دور کے حالات کی وضاحت اور عالم انسانیت کی تاریکی کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَ الدُّنْیا کاسِفَةُ النُّورِ ظاهِرَةُ الْغُرُور.[2]

دنیا کی روشنی کجلائی ہوئی تھی اور اس کا فریب واضح تھا۔

اس دور کے انسانوں اور معاشروں کے دل سے چراغ انسانیت گل ہو چکا تھا؛ نہ صرف، سرزمین عرب وحجاز، بلکہ اس دور کی بڑی بڑی سلطنتیں، متمدن اور تہذیب یافتہ حکومتیں (سلطنت ایران وروم) بھی حقیقت کے فہم وادراک میں غلطی اور غرور کا شکار تھیں۔ اور یہ بات زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں تھی۔ اس دور کے انسان اپنے راستے کو نہیں پہچانتے تھے، انہیں اپنے ہدف ومقصد کی کوئی خبر نہیں تھی۔ لیکن اس کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ اس دور میں سبھی افراد گناہ گار اور خاطی تھے، اس زمانے میں بھی کچھ ایسے صاحب ایمان افراد موجود تھے جو سیدھے راستے پر گامزن تھے۔ دنیا پر گناہ ومعصیت حکم فرما تھی۔ دنیا میں تاریکی وظلمت، ظلم وستم اور انسانی اقدار کی فراموشی کا دور دورہ تھا۔ ایک ایسے ماحول میں پروردگار عالم کے ارادے کی بدولت، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود مبارک ضوفشاں ہوا۔

یہ دن، عالم انسانیت کے لئے ایک ناقابل فراموش دن ہے۔ اس دن کی یاد منانے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم دنیا میں اس کے اثرات ونقوش کا اعادہ کرنا چاہتے ہیں۔ خواہ نخواہ اس عظیم اور حیرت انگیز واقعہ نے تاریخ بشریت پر اپنے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ اگر آج کے دور میں بھی کہیں انسانی شرافت، اخلاقی محاسن اور انسانی اقدار کا بول بالا دکھائی دیتا ہے تو یہ بھی

---

[1] سورہ نور، آیت ۴۰

[2] نہج البلاغہ خطبہ ۸۹

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات کی دین ہے ؛ اسی بعثت کا ثمرہ ہے جو تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثتوں کا نقطہ عروج اور سارے انبیاء کے فضائل وکمالات کا مجموعہ ہے۔

عالم اسلام کو اس واقعہ کو اپنے لئے ایک سبق قرار دینا چاہیے۔ دوسروں کے بارے میں سوچنے سے پہلے ہمیں اپنی فکر کرنا چاہیے۔ عصر حاضر میں، امت مسلمہ کو اسلامی حقائق و تعلیمات کو دوبارہ زندہ کرنے کی اشد ضرورت ہے ؛ اسلامی دنیا کو ان حیرت انگیز واقعات کو دوبارہ معرض وجود میں لانے کی شدید ضرورت ہے۔ آج کے دور میں عالم اسلام کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مقدّس کے چراغ ہدایت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔آبادی کی اعتبار سے امت مسلمہ، دنیا کا ایک بہت بڑا حصّہ شمار ہوتی ہے، دنیا کے مختلف ممالک میں تقریبا ڈیڑھ ارب مسلمان آباد ہیں۔

اکثر اسلامی ممالک، جغرافیائی، قدرتی، مادی اور انسانی وسائل کے اعتبار سے دنیا کے سب سے اہم اور حساس خطے میں واقع ہوئے ہیں ؛افرادی قوت اور قدرتی وسائل سے مالا مال ہونے کے باوجود یہ امت مسلمہ عام طور پر، ایک حیران و پریشان حال مجموعے کی طرح ہے، اس پریشاں حالی کی سب سے بڑی وجہ ( جیسا کہ آپ مشاہدہ کررہے ہیں ) یہ ہے کہ دنیا کی سب سے بڑی مشکلات ومسائل عموماً انہی مسلم ممالک میں پائے جاتے ہیں۔فقرو ناداری، امت مسلمہ میں پائی جاتی ہے، ظلم و ناانصافی کا شکار بھی یہی امت ہے، امت مسلمہ، سائنس و ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی پسماندگی کا شکار ہے، اس طرح، یہ امت، ثقافتی پسپائی اور کمزوری سے دوچار ہے۔ عالمی طاقتیں، روز روشن میں انتہائی آسانی سے اس کے حقوق پر ڈاکہ ڈال رہی ہیں اور ان کے سامنے امت مسلمہ بالکل بے بس و ناچار ہے، وہ اپنے حقوق کا دفاع بھی نہیں کرسکتی۔

آپ، آج فلسطین کی خستہ حالی کو ہی دیکھ لیجیے ؛فلسطین تو اس سلسلے کی محض ایک مثال ہے۔البتّہ ایک بہت اہم مثال ہے، لیکن یہ خستہ حالی صرف فلسطین سے مخصوص نہیں ہے۔ فلسطین

پر نظر دوڑائیے اور مشاہدہ کیجیے کہ مسئلہ فلسطین اور اس کی تاریخی اور مقدّس سرزمین کی شکل میں، امت مسلمہ کے جسم میں ایک بہت بڑا اور کاری زخم پیوست ہے۔ دشمنوں نے اس سرزمین پر کیا قیامت ڈھائی ہے؟ ملت فلسطین پر کیا کیا مظالم کے پہاڑ توڑے ہیں؟ اس کے مظلوم عوام سے کتنا برا برتاؤ کر رہے ہیں؟ کیا غزہ کا واقعہ، قابل فراموش ہے؟ کیا یہ واقعہ امت مسلمہ کے صفحہ ذہن سے کبھی مٹ سکتا ہے؟ بائیس روزہ جنگ (جس میں غاصب صیہونی حکومت کو منہ کی کھانا پڑی اور وہ اپنے اہداف ومقاصد کے حصول میں بری طرح ناکام ہوئی) کے بعد سے لے کر آج تک، غزہ کے مظلوم عوام کو، اقتصادی ناکہ بندی، ظلم وستم اور بربریت کا مسلسل نشانہ بنایا جارہا ہے اور امت مسلمہ اس کا دفاع کرنے سے عاجز ہے۔ عالم اسلام نے اس واقعہ پر اس قدر خاموشی اختیار کر رکھی ہے کہ گویا اس واقعہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، اس کا حق غصب نہیں ہوا ہے، اس پر ظلم نہیں ہوا ہے۔ ہم یہ رویّہ کیوں اپنائے ہوئے ہیں؟ امت مسلمہ اس صورت حال سے کیوں دوچار ہے؟

اسلام اور امت مسلمہ کے دشمنوں کے ہاتھوں، اس خطے میں ایک خطرناک اور جان لیوا کینسر یعنی اسرائیل کی خود ساختہ اور جعلی حکومت کا قیام عمل میں آیا۔ اس غاصب حکومت کے حامی جو اس حکومت کے ہر چھوٹے بڑے ظلم میں برابر کے شریک ہیں، آج بھی اس حکومت کی پشت پناہی اور حمایت کر رہے ہیں اور امت مسلمہ ان کے مقابلے میں اپنے دفاع پر قادر نہیں ہے۔ یہ ہماری کمزوری ہے۔ ہمیں آغوش اسلام میں پناہ لینے اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی تعلیمات کو محور قرار دینے کے ذریعہ، اس کمزوری کا ازالہ کرنا چاہیے۔

عصر حاضر کی سب سے بڑی ضرورت، امت مسلمہ کا اتحاد ویکجہتی ہے، ہمیں اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنا چاہیے؛ ہمیں اپنے دل وزبان میں ہم آہنگی پیدا کرنا چاہیے؛ یہ ہر اس شخص کا فریضہ ہے جو امت مسلمہ پر اثر انداز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسلامی حکومتوں، روشن خیال

افراد، علمائے دین، سیاسی وسماجی میدان میں فعّال وسرگرم افراد، ان میں سے جو کوئی بھی جس کسی بھی اسلامی ملک میں ہے اس کا یہ فریضہ ہے کہ امت مسلمہ کو بیدار کرے اور انہیں ان حقائق سے روشناس کرائے ؛ اوران کے سامنے اس تلخ حقیقت کو بیان کرے جو دشمنان اسلام نے پیدا کی ہے؛ اورانہیں اپنے فرائض کی انجام دہی کی دعوت دے؛ یہ ہم سبھی کا فریضہ ہے۔

میرے عزیز بھائیواور بہنو! آپ جہاں کہیں بھی ہیں اور جس بھی فرقے یا مذہب سے تعلق رکھتے ہیں، یہ بات اچھی طرح جان لیں کہ عصر حاضر میں اسلام اور مسلم مخالف قوتوں کی توجّہ کا مرکز امت مسلمہ میں اختلاف اورتفرقہ ڈالنا ہے۔ وہ دلوں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کی اجازت نہیں دیتے ؛ چونکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر امت مسلمہ میں اتحاد ویکجہتی پیدا ہوگئی اوراس کے دل ایک دوسرے سے قریب ہوگئے تو امت مسلمہ اپنی بڑی بڑی مشکلات کے حل پرغور وفکر کرے گی۔ امت مسلمہ کے بہت سے مسائل ومشکلات (ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ، مسئلہ فلسطین ہے ایک دوسری بڑی مشکل غاصب وجعلی صیہونی حکومت ہے ) کا سرچشمہ اور بنیادی عامل، یہی عالمی طاقتیں ہیں۔ دشمن کو بخوبی علم ہے کہ اتحاد کی صورت میں ہم متحد ہوکر اپنی پوری طاقت کو بروئے کار لائیں گے تا کہ اس واضح وآشکار، تجاوز کا مقابلہ کرسکیں ؛ یہی وجہ ہے کہ ہمارا دشمن، ہمارے اتحاد کی راہ میں روڑے اٹکا رہا ہے اور ہمارے دلوں کو ایک دوسرے کے قریب آنے کی اجازت نہیں دیتا۔

عصر حاضر میں تفرقہ اندازی کی فریاد، دشمنان اسلام کے خیمے سے اٹھ رہی ہے۔ آج کے دور میں شیعہ وسنّی کے مسئلے کو، امریکہ اور برطانیہ ابھار رہے ہیں ؛ یہ ہمارے لئے شرم کی بات ہے۔ امریکہ، برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک کے تجزیہ کار جن مسائل پر بحث وگفتگو اور مطالعہ کر رہے ہیں ان میں سے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ سنی اسلام اور شیعہ اسلام کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا جائے اوران کے درمیان اختلاف ڈالا جائے۔ دشمن اس منصوبے پر کام کر رہا ہے ؛ پوری

تاریخ میں ہمیشہ سے ہی یہی صورت حال رہی ہے۔ عالم اسلام کے دشمن، ہمیشہ سے ہی اس بات کے لئے کوشاں رہے ہیں کہ وہ عالم اسلام کے مذہبی، قومی، جغرافیائی اور علاقائی اختلافات سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کریں۔ دور حاضر میں اس مقصد کے حصول کی خاطر، موجودہ دور کے انتہائی ماڈرن اور پیچیدہ آلات کو استعمال کر رہے ہیں؛ ہمیں ہوشیار و بیدار رہنا چاہیے؛ وہ اصلی نقطے سے ہماری توجّہ کو ہٹانے کے لئے ہمیں آپس میں لڑانے کے درپے ہیں۔ وہ مختلف مسلم قوموں اور مذاہب (شیعہ وسنی) کو آپس میں لڑانا چاہتے ہیں تا کہ اسرائیل کا مسئلہ فراموشی کی نذر ہو جائے۔ فلسطین کے غصب ہونے کو ہماری قربتوں کا باعث بننا چاہیے تھا مگر ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارے دشمن اسی مسئلہ کو ہمارے درمیان دوریاں پیدا کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں۔ مسئلہ فلسطین کو عالم اسلام میں اختلاف وتفرقہ اندازی کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے؛ اسلامی حکومتوں کو ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑا کیا جا رہا ہے۔ مسئلہ فلسطین ایک واضح وشفاف مسئلہ ہے۔ تمام مذاہب اسلامی اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی اسلامی سرزمین پر کوئی دشمن حملہ آور ہوتو تمام مسلمانوں پر اس کا دفاع واجب ہے۔ تمام اسلامی مذاہب ومکاتب کا اس پر اتفاق ہے؛ یہ کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود، عالم اسلام کے دشمن اس متفقہ مسئلہ کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کو مختلف گروہوں میں بانٹ رہے ہیں، ان کے دلوں میں مذہب وقبیلہ کے بے جا تعصّبات کی آگ کو بھڑکا رہے ہیں تا کہ کسی روک ٹوک کے بغیر اپنے اہداف ومقاصد کے حصول میں مگن رہیں۔

ہمیں بیدار رہنا چاہیے؛ جمہوری اسلامی کا موقف یہ ہے۔ اسلامی جمہوریہ ایران نے اپنی تشکیل کے آغاز سے ہی دو چیزوں کو اپنے ہدف ومقصد کے طور پر جلی حروف میں تحریر کیا ہے: ایک اتحاد بین المسلمین اور مسلمانوں کے دلوں کو ایک دوسرے سے قریب لانے کا مسئلہ ہے اور دوسرا اہم مقصد مسئلہ فلسطین ہے۔

مرحوم امام امت رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات میں دو چیزوں پر بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے: ان میں سے ایک اہم نکتہ، تمام موضوعات میں اتحاد بین المسلمین، اختلافات کو ختم کرنے اور انہیں پھیکا کرنے، فکری، فقہی اور کلامی اختلافات کو دشمنی و عداوت میں تبدیل ہونے سے روکنا، یہ وہ اہداف و مقاصد ہیں جو ہمیشہ ہی مرحوم کے پیش نظر تھے۔ ایک دوسرا مسئلہ جسے امام امت رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے وہ مسئلہ فلسطین ہے۔

اسلامی جمہوریہ ایران آج بھی اپنے اس موقف پر قائم ہے۔ ہم نے ماضی میں بھی اس کی قیمت ادا کی ہے اور آج بھی اس کی قیمت ادا کر رہے ہیں۔ ہماری قوم اس مسئلہ کو اپنے ایک شرعی اور دینی فریضہ کی نگاہ سے دیکھتی ہے اور اچھی طرح جانتی ہے کہ اگر اسلامی معاشرے کے جسم سے اس مہلک اور جان لیوا سرطانی غدود کو نکال دیا جائے تو عالم اسلام کی بہت سی مشکلات خود بخود حل ہو جائیں گی اور اس میں باہمی تعاون کا ماحول پیدا ہو جائے گا۔

دور حاضر میں اسلامی ممالک کی ایک بہت بڑی تعداد ہے جو باہمی تعاون کے ذریعہ، سائنس و ٹیکنالوجی، اقتصادی، ثقافتی اور دیگر میدانوں میں اپنے تجربات کا تبادلہ کر سکتے ہیں اور اپنے آپ کو نقطہ عروج پر پہنچا سکتے ہیں۔

عالمی سامراج نے اسلامی ممالک کے بیچوں بیچ یہ سرطانی غدود قرار دیا ہے تا کہ اسلامی ممالک ایک دوسرے سے قریب نہ ہونے پائیں۔ البتہ، مسلم قوموں کو ایک دوسرے سے کوئی نفرت نہیں ہے۔ لیکن افسوس کہ مسلم حکام بعض اوقات کوتاہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔

ہمیں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر، اس اہم نکتے کو ایک سبق، یاد دہانی اور اہم تذکّر کے طور پر اپنے ذہن میں محفوظ کر لینا چاہیے، اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے، اس سے عبرت لینا چاہیے، اور ایک دوسرے سے نزدیک آنا چاہیے۔ جیسا کہ ہم ایک دوسرے کے قریب آئے بھی ہیں۔ ہماری خوش قسمتی سے، عصر حاضر میں مختلف ممالک اور مختلف اقوام میں

اتحاد بین المسلمین اور امت مسلمہ کی بیداری کی آواز گونج رہی ہے اور وہ مؤثّر ثابت ہو رہی ہے۔ پروردگار عالم، سچی بات اور حرف حق میں برکت عطا کرتا ہے؛ اور سرزمین حق میں اگنے والے ہر پودے کو پروان چڑھاتا ہے، آج، دنیا میں اسلامی جمہوریہ ایران کے اس حرف حق کو مقبولیت حاصل ہو رہی ہے اور اس کی آواز پر ہر طرف سے لبیک کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ ان بنیادی اور اصولی مسائل کے سلسلے میں ہماری حکومت، عوام اور اعلی حکام کا موقف یکساں ہے، ان کی آواز بھی ایک ہے۔ اس سلسلے میں اسلامی جمہوریہ ایران کا موقف بالکل واضح و آشکار ہے اور خدا کا شکر کہ اس کی بات منعکس بھی ہو رہی ہے۔

ہم پروردگار عالم کی بارگاہ میں دست بدعا ہیں کہ وہ امت مسلمہ کی دستگیری کرے تاکہ اس کے رشد و سربلندی اور پیشرفت و ترقی میں روز افزوں اضافہ ہو؛ پروردگار عالم امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی کو دن بدن استحکام عطا فرمائے، ہم دست بدعا ہیں کہ آپ سبھی کو پروردگار عالم کی تائید و نصرت حاصل ہو اور امام زمانہ (عج) کی دعائیں آپ کے شامل حال ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

# عید سعید بعثت کے دن اعلی حکام اور اسلامی ممالک کے سفراء سے خطاب

(۲۰۱۰/۰۷/۱۰-۱۹:۵۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں اس اجتماع اور نشست میں حاضر آپ تمام عزیز بھائیوں، بہنوں، ملکی اعلی حکام، دیگر عہدیداروں، عزیز مہمانوں اور اسلامی ممالک کے سفیروں کو عید سعید بعثت کی مناسبت سے مبارکباد پیش کرتا ہوں اسی طرح ایران کی عظیم، مومن، مخلص قوم، تمام مسلمانوں اور دنیا کے حریت پسندوں کو اس عید سعید کے موقع پر مبارکباد عرض کرتا ہوں۔

عید بعثت اس لحاظ سے تاریخ کی ایک عظیم یادگار ہے کیونکہ اس نے تاریخ بشریت کے ایک حساس مرحلہ اور حساس دور کو رقم کیا ہے اور انسانیت کے سامنے ایک عمدہ و بہترین کا راستہ پیش کیا ہے اگر سب لوگ اور تمام انسان اس راستہ پر گامزن ہوجائیں تو بشریت کے تمام فطری، قدرتی اور تاریخی مطالبات اور تقاضے پورے ہوجائیں گے، آپ تاریخ کا مشاہدہ کریں کہ عدل وانصاف کے فقدان پر انسانیت کی چیخ و پکار نکلتی رہی ہے یعنی پوری تاریخ میں ہر انسان عدل وانصاف کا متمنی اور خواہشمند رہا ہے، اگر آج کوئی شخص عدل وانصاف کا پرچم ہاتھ میں تھام لے تو گویا اس نے انسان کے طولانی، قدرتی اور فطری مطالبہ کو پیش کیا ہے اسلام کا آئین، اسلام

کی حرکت اور تمام انبیاءعلیہم السلام کی طرح نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا سب سے پہلا مرحلہ اور سب سے اہم مقصد اور ہدف، عدل وانصاف کا قیام ہے۔

انسانیت کی ایک دوسری عظیم اور بنیادی خواہش امن وصلح اور آرام وسکون کا حصول ہے، انسان کو فکری پرورش اور تربیت کے لئے، زندگی کے لئے، عمل کی پیشرفت وترقی کے لئے، نفسیاتی آسائش کے لئے، ایسے ماحول کی ضرورت ہے جس میں امن وسکون کی فضا حکم فرما ہو، یہ آرام وسکون چاہے انسان کے اندر پیدا ہو، چاہے خاندانی ماحول میں میسر ہو، چاہے معاشرے کی سطح پر حاصل ہو، چاہے عالمی سطح پر نصیب ہو، بہرحال امن وصلح اور آرام وسکون انسان کی ایک بنیادی اور قدیمی ضرورت ہے۔ اسلام، امن وصلح اور سلامتی کا پیغام لایا ہے یہ جو ہم قرآن کریم کی روشنی میں یا قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق کہتے ہیں کہ اسلام دین فطرت ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ راستہ جو اسلام نے انسان کو دکھایا ہے وہ فطرت کا راستہ ہے وہ انسان کی فطری ضرورتوں کو پورا کرنے کا راستہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اس اہتمام کے ساتھ، اس وقت کے ساتھ اور اس جامعیت کے ساتھ وجود میں آئی اور انھیں انسانیت کی فلاح ونجات کا وعدہ اور خوشخبری قرار دیا؛

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ [1]

پہلے مرحلے میں بشارت، اسی آرام و پرسکون زندگی کے بارے میں بشارت، عدل و انصاف کے ہمراہ زندگی، انسانی خلقت کے مطابق زندگی، البتہ اس کے ہمراہ، الٰہی ثواب کی بشارت بھی ہے جو انسان کی دائمی اور ہمیشگی زندگی سے متعلق ہے، لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت درحقیقت بعثت رحمت ہے، اس بعثت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے بندوں کے شامل حال ہوگی؛ یہ راستہ انسانوں کے سامنے کھل گیا؛ عدل وانصاف کو پیش کیا، امن وسلامتی کو پیش کیا؛

---

[1] سورۂ بقرہ:۱۱۹

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾. [1]

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور (روشنی) اور واضح کتاب آ گئی ہے۔جس کے ذریعہ سے خدا ان لوگوں کو سلامتی کے راستوں پر چلاتا ہے جو اس کی رضا کی اتباع و پیروی کرتے ہیں اور ان کو تاریکیوں (گمراہی) سے اپنے اذن و توفیق سے نور (ہدایت) کی طرف لاتا ہے اور انہیں سیدھے راستہ پر لگاتا ہے۔

ان دستورات، ان احکامات اور ان تعلیمات کے ذریعہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کو امن وصلح کا راستہ دکھایا، سلامتی کا راستہ دکھایا، یہ سلامتی کے راستے، یہ امن کے راستے، یہ آرام وسکون کے راستے انسان کے لئے اہمیت کے حامل ہیں جو اس کے تمام حالات سے متعلق ہیں؛ انسان کی قلبی کیفیت اور اندرونی حالت سے لیکر معاشرے کی حالت، خاندان کی حالت، کاروبار کی حالت، اجتماعی زندگی سے بین الاقوامی زندگی تک تمام حالات سے متعلق ہیں، یہ وہ امر ہے جس کا اسلام سبق دیتا ہے یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں اسلام تاکید کرتا ہے۔

جو چیز اسلام میں دشمنی کے مقصد وہدف کے عنوان سے بتائی گئی ہے، حقیقت میں وہ ایسے نقاط ہیں جو انسان کی زندگی کے اصلی خطوط کے ساتھ تعارض رکھتے ہیں، جو لوگ عدل وانصاف کے مخالف ہیں، جو لوگ امن وصلح اور سلامتی کے مخالف ہیں جو لوگ انسان کی عظمت و پاکیزگی اور اس کی طہارت کے مخالف ہیں یہ لوگ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کے مدمقابل نقطہ پر قائم ہیں، اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف قائم کرنے کے لئے مسلمانوں پر جہاد کو واجب قرار دیا ہے، یہ بات صرف اسلام سے مخصوص نہیں ہے؛ بلکہ تمام الٰہی ادیان میں جہاد کا وجود رہا

[1] سورۂ مائدہ: ۱۱۵، ۱۱۶

ہے، جولوگ اس دعوت کے مخالف ہیں وہ درحقیقت عوام کی آسائش،عوام کے آرام وسکون، معاشرے کی سربلندی اور معاشرے کی عظمت کے مخالف ہیں وہ انسانوں کے مفادات کے دشمن ہیں؛ یہ وہی نقطہ ہے اسلام نے جسے مقصد قرار دیا ہے، بعثت کے آغاز سے ہی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان آیات کے ذریعہ جوان پر وحی کے ذریعہ نازل ہوئیں روشن نقاط کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔

اسی سورہ مبارکہ اقراء کی پہلی آیات بظاہر وہ آیات ہیں جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئی ہیں، بعد والی آیات ذرا فاصلہ سے نازل ہوئی ہیں لیکن وہ بھی بعثت کے اوائل سے متعلق ہیں، ارشاد ہوتا ہے:

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ﴿١٥﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿١٦﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ﴿١٧﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ﴿١٨﴾ [1]

ہرگزنہیں اگر وہ (اس سے) باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے۔ وہ پیشانی جو جھوٹی ہے اور گنہگار؟ پس وہ بلائے اپنے ہم نشینوں کو۔ ہم بھی دوزخ کے ہرکاروں (فرشتوں) کو بلائیں گے۔

وہ لوگ جو دعوت رحمت، دعوت عزت، دعوت آرام وسکون کے مقابلے میں کھڑے ہونگے قرآن مجید کے پہلے سورہ میں ان کو دھمکی دی جاتی ہے اور ڈرایا جاتا ہے۔

یا سورہ مبارکہ مدثر جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والے اولین سوروں میں شمار ہوتا ہے اس میں بھی لوگوں کی زندگی کے ساتھ متصادم ومتعارض نقطہ پر توجہ مبذول کی گئی ہے:

وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ﴿١١﴾ وَّجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ﴿١٢﴾ وَّبَنِينَ شُهُودًا ﴿١٣﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ﴿١٤﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيدَ ﴿١٥﴾ كَلَّا ؕ اِنَّهُ كَانَ

---

[1] سورۂ علق: ۱۵ تا ۱۸

لِاٰیٰتِنَا عَنِیۡدًا ﴿۱۶﴾ سَاُرۡہِقُہٗ صَعُوۡدًا ﴿۱۷﴾ [1]

مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیجئے جسے میں نے تنہا پیدا کیا۔ اور اسے پھیلا ہوا (فراواں) مال و زر دیا۔ اور پاس حاضر رہنے والے بیٹے دے۔ اور اس کیلئے (سرداری کا) ہر قسم کا سامان مہیا کیا۔ پھر بھی وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے زیادہ دوں۔ ہر گز نہیں وہ تو ہماری آیتوں کا سخت مخالف ہے۔ میں عنقریب (دوزخ کی) ایک سخت چڑھائی پر اسے چڑھا دوں گا۔

وہ شخص جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مد مقابل اور ان کا دشمن ومخالف ہے، وہ شخص جو انسانی معاشرے اور انسانی مفادات کا مخالف اور دشمن ہے، وہ شخص جو حق کا دشمن اور مخالف ہے اس کے خلاف قیام و استقامت اور پائیداری کے جوہر دکھانے کا دستور ہے لہٰذا اسلام میں مقابلہ ومبارزہ ہے، اسلام میں جہاد ہے؛ البتہ یہ جہاد ان لوگوں کے خلاف ہے جو معاشرے اور سماج کے امن وسکون اور نظم و انضباط کو درہم و برہم کرنا چاہتے ہوں یہ جہاد ان لوگوں کے خلاف ہے جو انسانی سعادت اور عدل و انصاف کے مخالف اور دشمن ہیں، آپ قرآن کریم اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کو ملاحظہ کریں تو آپ کو اسلامی حکومت کی تشکیل کے آغاز سے ہی ایسے غیر مسلمان نظر آئیں گے جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سائے میں امن و امان اور آرام وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر رہے ہیں مدینہ میں جو یہودی رہتے تھے انھوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کیا تا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آرام وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں؛ البتہ انھوں نے سازش کی، مخالفت کی، خیانت کی، پشت میں خنجر گھونپا؛ لہٰذا پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مقابلے میں قیام کیا، اگر مدینہ کے یہودی مخالفت نہ کرتے، دشمنی نہ کرتے، سازش اور خیانت نہ کرتے، شاید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی بھی ان کی مخالفت نہ کرتے۔ لہٰذا اسلامی دعوت

---

[1] سورۂ مدثر: ۱۱ تا ۱۷

ایک معنوی دعوت ہے، یہ دعوت، منطق اور استدلال کی بنیاد پر استوار ہے؛ یہ دعوت، بشر کے لئے سعادت بخش اور امید افزا زندگی پیش کرنے کی دعوت ہے۔ اس دعوت کے کچھ لوگ مخالف ہو جاتے ہیں اسلام ان مخالفین کو راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ اسلام انفعالی عمل نہیں کرتا ہے اگر کوئی ایسا دشمن ہے جو انسان کی سعادت کا دشمن ہے جو دعوت حق کا دشمن ہے اسلام ایسے دشمن کے پنجہ میں پنجہ دیکر اس کے ساتھ مقابلہ کرتا ہے ایسے دشمن کے مقابلے میں استقامت کا مظاہرہ کرتا ہے اس چیز کا ان حالات اور واقعات کے ساتھ موازنہ کیجئے جو ظالم و مستکبر طاقتوں نے تاریخ میں انجام دی ہیں اور آج بھی انجام دے رہی ہیں؛ اپنی طاقت و قدرت کو وسیع کرنے کے لئے جنگ وجدال برپا کرتی ہیں، ظلم و بے انصافی کو فروغ دینے کے لئے جنگ اور لڑائی کی آگ روشن کرتی ہیں۔

آپ آج دنیا کے حالات ملاحظہ کیجئے؛ دنیا کی مستکبر اور ظالم طاقتیں آج بشریت کو فنا اور نابود کرنے کے لئے ہتھیار تیار کر رہی ہیں، اسلحہ بنا رہی ہیں، ظلم و ناانصافی کو فروغ دینے کے لئے اپنی طاقت وقدرت کو وسعت دے رہی ہیں وہ عدل و انصاف کے فروغ کے خلاف ہیں وہ انسان کے امن و امان کے خلاف ہیں بلکہ جو لوگ ان کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے وہ ان کی سلامتی کو بھی سلب کر لیتی ہیں آج دنیا کو یہ سنگین مسئلہ درپیش ہے۔

اس دنیا میں پائی جانے والی جاہلیت کو آج ہم ماڈرن جاہلیت سے جو تعبیر کرتے ہیں وہ اسی وجہ سے ہے۔ جاہلیت کا دور ختم نہیں ہوا ہے جاہلیت یعنی حق کے ساتھ مقابلہ، جاہلیت یعنی توحید کے ساتھ مقابلہ، جاہلیت یعنی انسانی حقوق کے ساتھ مقابلہ، جاہلیت یعنی اس راستے کے ساتھ مقابلہ جو پروردگار متعال نے انسان کی سعادت کے لئے منتخب کیا ہے۔ یہ جاہلیت آج بھی موجود ہے؛ لیکن پیشرفتہ اور ماڈرن شکل میں ہے، انسانی زندگی کو نابود اور فنا کرنے والے صنعت گروں کی جیبیں پر کرنے کے لئے علم و دانش کے ذریعہ، پیشرفتہ ٹیکنالوجی کے ذریعہ، ایٹمی

ہتھیاروں کے ذریعہ، انواع واقسام کے ہتھیاروں کے ذریعہ استفادہ کیا جارہا ہے۔

دنیا میں آج فوجی اخراجات اور ہتھیاروں کی داستان ایک غم انگیز اور المناک داستاں ہے آج دنیا میں ہتھیاروں کی فیکٹریاں انواع واقسام کے ہتھیار بنارہی ہیں، اس لئے بنارہی ہیں تاکہ ان ہتھیاروں کو فروخت کریں۔ اس لئے وہ دنیا میں جنگ وجدال برپا کرتی ہیں، انسانوں کو ایک دوسرے کے خلاف اکساتی ہیں حکومتوں کو ایک دوسرے کے خلاف ابھارتی ہیں اپنی سازشوں کو عملی جامہ پہنانے اوراپنے مفادات وخواہشات کے حصول کے لئے دوسروں کو دھمکیاں دیتی ہیں۔

لہٰذا جب تک عالمی مسائل کی سلسلہ جنبانی بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں رہے گی اس وقت تک دنیا سے جنگ ختم نہیں ہوگی کیونکہ جنگ سے ان کے مادی مفادات وابستہ ہیں یہ جنگ عدل وانصاف کے قیام کی جنگ نہیں ہے امریکہ اوراس کے دوسرے اتحادی جھوٹ بولتے ہیں کہ وہ امن وسلامتی کے لئے جنگ لڑرہے ہیں، نہیں، وہ امن وسلامتی کے لئے جنگ نہیں لڑرہے ہیں بلکہ وہ امن وسلامتی کے مخالف ہیں وہ دنیا میں بدامنی پھیلا رہے ہیں جہاں انھوں نے فوجی یلغار کی وہاں انھوں نے بدامنی پھیلائی، وہاں انھوں نے بے گناہ افراد پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے، وہاں انھوں نے انسانیت کا خون بہایا، وہاں انھوں نے عوام کے لئے مشکلات پیدا کیں، جب سے دنیا میں یہ ماڈرن وسائل آئے ہیں اس وقت سے انسان دباؤ کا شکار ہے گذشتہ 45 سال سے یعنی دوسری عالمی جنگ کے بعد سنہ 1990ء تک جسے اصطلاح میں سرد جنگ کے دور سے تعبیر کیا جاتا ہے بین الاقوامی سرکاری رپورٹس کے مطابق دنیا میں صرف تین ہفتہ تک جنگ نہیں ہوئی ہے!

اس کے علاوہ باقی ان 45 سالوں میں دنیا میں جنگیں جاری رہی ہیں ان جنگوں کے پیچھے کس کا ہاتھ رہا ہے؟ ان جنگوں کے پیچھے انہی لوگوں کا ہاتھ رہا ہے جو ہتھیار بناتے اور فروخت

کرتے ہیں، آج بڑی طاقتوں کے فوجی اخراجات بے تحاشا اور بہت زیادہ ہیں ان کے اپنے اعداد وشمار کے مطابق اسی گذشتہ برس میں امریکہ نے چھ سو ارب ڈالر سے زیادہ کی رقم فوجی اخراجات پر صرف کی ہے!

ان فوجی اخراجات کو آج ہم اپنے ہمسایہ ممالک میں مشاہدہ کررہے ہیں۔ یہ اخراجات افغانستان میں صرف ہورہے ہیں یہ اخراجات افغانستان کی مسلمان قوم کو کچلنے کے لئے خرچ ہورہے ہیں، یہ اخراجات عراق کی مظلوم قوم کو سرکوب کرنے کے لئے خرچ ہورہے ہیں، عراقی عوام کو مٹھی میں لینے کے لئے صرف ہورہے ہیں، یہ اخراجات غاصب صہیونی حکومت کی مدد میں صرف کئے جارہے ہیں، مشرق وسطی میں بحران جاری رکھنے کے لئے فوجی اخراجات صرف کئے جارہے ہیں، آج فاسد اور ظالم طاقتوں کا یہ طور وطریقہ اور سلسلہ جاری ہے اسلام ان کے منصوبوں اوران کی پالیسیوں کا مخالف ہے اسلام ان کے مدمقابل کھڑا ہے۔

وہ لوگ جن کی مصلحت اورصلاح اس امر میں ہے کہ مسلمان قومیں اور مسلمان حکومتیں ہمیشہ آپس میں جنگ وجدال میں مشغول ومصروف رہیں، ایک دوسرے سے متنفر رہیں، ایک دوسرے سے خائف رہیں، ایک دوسرے کو خطرہ تصور کریں یہ وہی لوگ ہیں جن کی استعماری اور سامراجی طاقت وقدرت کا دوام اسی طریقہ کار اور روش سے وابستہ ہے کہ دنیا میں جنگ وجدال کا سلسلہ جاری رہے؛ ان کے لئے جنگ، مال واسباب لوٹنے اور غارت کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہے، یہ تمام انسان فنا اور نابود ہوجائیں، قوموں کا تمام سرمایہ ہتھیاروں کی خرید پر خرچ ہوجائے، مہنگے ہتھیاروں کی پیداوار اور تیاری پر صرف ہوجائے، کیوں؟ اس لئے تا کہ بڑی بڑی کمپنیاں زیادہ سے زیادہ رقم حاصل کریں، زندگی میں زیادہ سے زیادہ لذت اٹھائیں یہ وہی بشریت کا طاغوتی، جاہلانہ اور خطرناک نظام ہے جو انسانوں پر حاکم ہے اور توحید کی راہ وروش سے دور ہے۔

یقینی طور پر یہ طریقہ باقی نہیں رہے گا؛ کیونکہ یہ طریقہ حق کے خلاف ہے، یہ روش باطل ہے، یہ روش مٹ جائے گی یہ روش محو ہو جائے گی؛»

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا.[1]

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ یقیناً باطل تو تھا ہی مٹنے والا۔

باطل یعنی وہ چیز جو آفرینش اور خلقت میں سنت الٰہی کے برخلاف ہے؛ یہ چیز مٹ جائے گی، ختم ہو جائے گی، زائل ہو جائے گی، یہ باقی رہنے والی چیز نہیں ہے ان کے زوال کی علامتیں آج انسان بخوبی مشاہدہ کر رہا ہے انسان بین الاقوامی حالت کو جب ملاحظہ کرتا ہے تو ان کے زوال کی علامتوں کو مشاہدہ کرتا ہے۔

دنیا کی حالت تبدیل ہوگئی ہے؛ قومیں بیدار ہوگئی ہیں؛ خوش قسمتی سے مسلمان قوموں میں یہ بیداری زیادہ ہے؛ مسلمان قومیں، مسلم حکومتیں، اسلام کی اہمیت، اسلام کی عظمت اور اس قابل اطمینان اور قابل اعتماد و قابل وثوق سہارا کی عظمت کو درک اور محسوس کر رہی ہیں، آج عالم اسلام میں اسلامی بیدار نے سامراجی طاقتوں سے ان کی توانائی اور قدرت کو سلب کر لیا ہے، ماضی کی نسبت امریکہ کی پوزیشن میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا ہے امریکہ کے بعد دوسری طاقتوں کی حالت بھی واضح ہے ان کی حالت بھی یہی ہے؛ مسلمان قوموں کو توحید کے راستہ کو غنیمت شمار کرنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر یقین اور اطمینان رکھنا چاہیے آج مسلمانوں کی سعادت کا راز یہ ہے کہ وہ اسلام کی بنیاد اور اسلام کے محور پر ایک دوسرے کے ساتھ متحد رہیں۔

البتہ دشمن موجود ہے اور اس کی دشمنی اور عداوت کا سلسلہ جاری رہے گا، جہاں کہیں بیداری زیادہ ہوگی انسانیت اور بشریت کے دشمن وہاں زیادہ خطرہ محسوس کرتے ہیں؛ ہم آج اسلامی جمہوریہ ایران کے ساتھ ہونے والی دشمنیوں اور عداوتوں کو اچھی طرح سمجھتے ہیں، اچھی

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل:۸۱

طرح جانتے ہیں، ان عداوتوں کے علل واسباب کو بھی جانتے ہیں۔

اسلامی جمہوریہ ایران نے چونکہ قوموں کی بیداری کا پرچم اپنے ہاتھ میں اٹھا رکھا ہے، اسلامی جمہوریہ ایران چونکہ قوموں اور حکومتوں کو عزت واتحاد کی طرف دعوت دیتا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ اسلام کے سائے میں قومیں اور حکومتیں اپنی عزت وعظمت کی قدر و قیمت کو پہچانیں، اسلامی جمہوریہ ایران کے دشمنوں کی عداوتیں انہی علل واسباب کی وجہ سے ہیں۔ ان چیزوں کو ہم جانتے ہیں اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ یہ تمام عداوتیں اور دشمنیاں ناکام ہو جائیں گی۔

جیسا کہ آج تک شکست و ناکامی سے دوچار ہوئی ہیں۔ اسلامی جمہوریہ ایران کے خلاف اکتیس سال سے عداوتوں اور سازشوں کا سلسلہ جاری ہے اور اکتیس سال سے اسلامی جمہوریہ ایران کی جڑیں مضبوط اور مستحکم ہو رہی ہیں اور اسلامی جمہوریہ ایران ترقی اور پیشرفت کی شاہراہ پر گامزن ہے اور ترقی کا یہ سلسلہ اسی شان کے ساتھ جاری رہے گا۔ دشمنی کا سلسلہ جتنا جاری رہے گا ہمارے عوام اور عالم اسلام میں سب مسلمان اپنی عظمت اور شان وشوکت کو زیادہ سے زیادہ درک کریں گے اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت کو پہچان لیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مسلمان حکومتوں اور مسلمان قوموں کی مدد اور نصرت فرمائے تا کہ وہ اپنے اوپر اعتماد کریں، اپنے اوپر بھروسہ کریں، مغرور اور سامراجی طاقتوں سے ہراساں نہ ہوں؛ یہ سمجھ لیں کہ سامراجی طاقتوں کی قدرت ختم ہو رہی ہے؛ جعلی اور باطل طاقت کا خاتمہ قریب ہے باطل باقی نہیں رہے گا؛ وہ چیز باقی رہے گی جو بشریت کے فائدے میں ہے وہ چیز باقی رہے گی جو انسانوں کے مفاد میں ہے؛

وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط [1]

اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی برکت سے، ہم سب کو

---

[1] سورۂ رعد: ۱۷

راہ اسلام اور روش اسلام سے نزدیک تر فرمائے؛ اور مسلمان حکومتوں کے ہاتھ کو مضبوط گرہ لگا کر ایک دوسرے کے ہاتھ میں قرار دے تاکہ امت مسلمہ انشاء اللہ اپنی کھوئی ہوئی عزت وعظمت اور طاقت وقدرت کو پھر حاصل کر سکے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# عید بعثت کی مناسبت سے اعلی حکام سے خطاب

(۲۰۱۱/۰۶/۳۰-۱۹:۱۴)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

میں تمام محترم حاضرین کو، ملک کے عزیز عوام و حکام کو، اسلامی مما لک کے محترم سفراء کو، تمام امت اسلامیہ اور پورے عالم بشریت کو اس بزرگ عید اور اس باعظمت دن کی مناسبت سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اگر دن کی اہمیت کا انحصار اس پر ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن انسانیت کے لئے کون سی بڑی نعمت نازل فرمائی، کیا لطف کیا تو یقینی طور پر عید بعثت کا دن سال کا سب سے اہم اور سب سے عظیم دن قرار پائے گا۔ کیونکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتخاب اور آپ کا مبعوث برسالت ہونا بنی آدم کے لئے تاریخ کی تمام الٰہی نعمتوں میں سب سے بالاتر اور سب سے اہم نعمت ہے۔ لہٰذا یہ بات ہمت و جرأت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا دن پورے سال کا سب سے برتر، سب سے عظیم اور سب سے زیادہ بابرکت والا دن ہے۔ ہمیں عقیدت سے اس دن کی یاد منانی چاہیے اور اس دن رونما ہونے والے واقعہ کو اپنے ذہن میں مجسم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ وَطُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ. [1]

---

[1] نہج البلاغۃ (للصبحی صالح) / 121 / 89 ومن خطبۃ لہ ع فی الرسول الاعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بلاغ الامام عنہ۔ص:121

بعثت پیغمبر کا واقعہ ایسے دور میں رونما ہوا کہ انسانی معاشرہ طویل عرصے سے انبیائے الٰہی کے وجود کی برکتوں سے محروم تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ گزرے ہوئے چھ سو سال گزر چکے تھے۔ سیکڑوں سال گزر گئے تھے کہ انسان نے سفیر الٰہی کی زیارت نہیں کی تھی۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا تھا؟

وَالدُّنْیَا کَاسِفَةُ النُّوْرِ ظَاهِرَةُ الْغُرُوْر۔[1]

دنیا تاریک تھی، دنیا ظلمت کدے میں تبدیل ہو چکی تھی، معنویت و روحانیت ختم ہو چکی تھی، انسان جہالت، گمراہی اور غرور کی تاریکیوں میں سرگرداں تھا۔ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ عظیم ہستی تھے کہ جنہیں تاریخ بشریت کے اس عظیم انقلاب کے لئے اللہ تعالیٰ نے تیار کیا تھا۔ چنانچہ تیئیس سال میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انقلابات کا ایسا دریا جاری کر دیا جو تمام تر رکاوٹوں، بے شمار مشکلات کو اپنے راستے سے ہٹاتا ہوا آج تک جاری ہے اور آگے کی سمت بڑھتا جا رہا ہے۔ تیئیس سال کی مدت بہت ہی مختصر مدت ہے۔ اس میں سے بھی تیرہ سال تنہائی کی جد و جہد میں گزر گئے۔ مکہ میں پہلے پانچ، دس اور پچاس افراد سے تحریک آگے بڑھی۔ بہت مختصر تعداد تھی جو متعصب، جاہل اور عقل کے اندھے دشمنوں کی جانکاہ سختیوں کا سامنا کرنے میں کامیاب ہوئی۔ اسلامی معاشرے اور اسلامی تمدن کی عمارت تعمیر کرنے کے لئے بڑے محکم اور مضبوط ستون اور بنیادیں تیار کی گئیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور وہاں اس نظام اور اس معاشرے کی بنیاد ڈالی اور اس تہذیب کے خد و خال طے کئے۔ وہ پوری مدت جس میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جدید اور نئے تشکیل شدہ نظام پر توجہ مبذول کی، اسے سنوارا، پوری طرح تیار کر کے

---

[1] نہج البلاغہ خطبہ ۸۹

اسے آگے بڑھایا، صرف دس سال کی مدت ہے۔ یعنی بہت مختصر مدت۔ اس طرح کی تحریکیں عام طور پر حوادث زمانہ کے طوفانوں میں بہہ جایا کرتی ہیں، فراموش کر دی جاتی ہیں۔ دس سال کی مدت بہت مختصر مدت ہے۔ لیکن اسی مدت میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ پودا لگانے، اس کی آبیاری کرنے اور اس کے نشو ونما کے وسائل فراہم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ ایسی تحریک شروع کی جس کے نتیجے میں ایک تہذیب وجود میں آئی جو سازگار حالات میں انسانی تمدن کے بلند ترین مقام پر پہنچی۔ یعنی تیسری اور چوتھی صدی ہجری میں۔ اس دور میں پوری دنیا میں کوئی بھی تہذیب، گونا گوں تاریخی میراث سے مالا مال کوئی بھی طاقتور حکومت ایسی نہیں نظر آتی جو اسلامی تہذیب و تمدن کے ہم پلہ ہو۔ یہ اسلام کا اہم کرشمہ ہے۔

یہ سب کچھ ایسے حالات میں ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دس سالہ دور کے بعد امت اسلامیہ کو گونا گوں تلخ حوادث کا سامنا کرنا پڑا، مشکلات رونما ہوئیں، اختلافات کے شعلے بھڑک اٹھے، داخلی تصادم شروع ہو گیا۔ ایک طرف یہ سب ہوا اور دوسری طرف وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انحرافات بھی ابھرنے لگے، اسلام میں تحریف کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اس کے باوجود بھی تین چار صدیوں میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام ایسا باعظمت بن کر سامنے آیا کہ آج پوری دنیا اور تمام تہذیبیں تیسری اور چوتھی صدی ہجری کے مسلمانوں کے تمدن کی احسان مند ہیں اور یہ ایک کامیاب تجربہ ہے۔

انسان اگر غور کرے اور انصاف سے فیصلہ کرے تو اس کی تصدیق ہو جائے گی کہ بشر کی نجات اور کمال کی سمت اس کی پیش قدمی صرف اور صرف اسلام کی برکت سے ہی ممکن ہے کسی اور راستے سے نہیں۔ ہم مسلمانوں نے اسلام کی قدر نہیں کی، ہم نے نمک کھایا لیکن نمکدان کا حق ادا نہیں کیا، ہم نے اسلام کی قدر و منزلت کو نہیں پہچانا، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پر شکوہ اور راہ کمال پر گامزن انسانی معاشرے کی عمارت کھڑی کرنے کے لئے جو ستون تعمیر کئے تھے ہم نے ان کی

حفاظت نہیں کی، ہم نے ناشکری کی اور اس کا نتیجہ بھی ہمیں بھگتنا پڑا۔ اسلام میں یہ طاقت اور توانائی تھی اور ہے کہ انسانیت کو سعادت سے ہم کنار کرے، کمال کی منزل تک پہنچا دے اور معنوی و مادی لحاظ سے اس کے نشوونما کی ضمانت دے۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن ستونوں کی تعمیر کی ہے، یہ ایمان کا ستون، عقل وشعور کا ستون، مجاہدت کا ستون، عزت و وقار کا ستون، یہی اسلامی معاشرے کے اصلی ستون ہیں۔

ہمیں اپنے دلوں اور اعمال کو زیور ایمان سے آراستہ کرنا ہوگا، عقل انسانی سے بھرپور استفادہ کرنا ہوگا جو بشر کے لئے عظیم ہدیہ الٰہی ہے ہمیں جہاد فی سبیل اللہ کرنا ہوگا، حسب ضرورت فوجی میدان میں بھی اور دوسرے میدانوں میں بھی جہاد کرنا ہوگا جیسے سیاست کا میدان، معیشت کا میدان اسی طرح دوسرے میدان، ہمیں اپنے انسانی و اسلامی وقار کے احساس کی قدر و قیمت کو پہچاننا ہوگا۔

یہ باتیں جب کسی معاشرے میں زندہ ہوجائیں گی تو وہ معاشرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی راستے پر اور اسلام کے راستے پر گامزن نظر آئے گا۔ اسلام کے پیغام کی برکت سے، حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ کی ہدایات کی برکت سے ایرانی عوام ان میں بعض باتوں کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنانے میں کامیاب ہوئے تو آج اس کے ثمرات اور اثرات ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔

آج عالم اسلام کو احساس ہے کہ شمالی افریقہ اور مشرق وسطی کے خطے کے بعض ممالک میں جو تحریکیں نظر آرہی ہیں وہ نور اسلام سے کسب فیض کرنے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرامین پر عمل کرنے کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کا مستقبل، ان ممالک کا مستقبل، پروردگار کی توفیق سے، نصرت و تائید الٰہی کی برکت سے درخشاں اور تابناک ہے۔

مغربی ممالک لاوجہ اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں، بلاوجہ اپنے غلط مؤقف پر اصرار کر

رہے ہیں۔آج جو کچھ مصر میں، تیونس میں اور بعض دیگر عرب ممالک میں رونما ہو رہا ہے، نظر آرہا ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ علاقے کی تاریخ کا ورق پلٹا ہے اور ایک نئے باب کا آغاز ہوا ہے۔اس علاقے پر سو سال، ڈیڑھ سو سال سے مغربی استعماری طاقتوں اور استکباری حکومتوں نے جو حالات مسلط کر دیئے تھے اور اس عظیم اور حساس علاقے کی تقدیر جس انداز میں رقم کرنے کی کوشش کر رہے تھے وہ سب درہم برہم ہو گیا اور اس علاقہ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے۔

البتہ اس وقت علاقہ کی قوموں کی بیداری کے مقابلے میں مغرب کی استعماری اور استکباری طاقتیں بڑی مزاحمت دکھا رہی ہیں، لیکن یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ علاقے کی قومیں بیدار ہو گئی ہیں، علاقے کی قوموں نے اسلام کا رخ کر لیا ہے یہ طاقتیں ہتھیار ڈالنے کو تیار نہیں ہیں۔لیکن حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے۔مسلم ممالک میں نسیم اسلام چل پڑی ہے۔مغرب اور امریکہ کے آلہ کار اور پٹھو حکام نے ان قوموں کے ساتھ وہ سلوک کیا ہے کہ قوموں کو یقین ہو گیا کہ قیام کرنے، عظیم عوامی تحریک شروع کرنے اور انقلاب برپا کرنے کے علاوہ ان کے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔لہٰذا علاقائی قومیں اس راستے پر گامزن ہیں اور مسلسل آگے بڑھ رہی ہیں۔یہ تحریکیں حتمی طور پر اپنے منطقی انجام تک پہنچیں گی۔

مغربی طاقتیں بڑی کوششیں کر رہی ہیں۔اس وقت امریکہ کے تمام تبلیغاتی ذرائع، سیاسی و اقتصادی ادارے اور اس علاقے میں امریکہ کے آلہ کار اور نوکر کوششیں کر رہے ہیں کہ کسی صورت سے ان عوامی انقلابات کو، ان عظیم تحریکوں کو ان کے اصلی راستے سے منحرف کرا دیں، ان کی اسلامی حقیقت پر پردہ ڈال دیں، اس کا انکار کر دیں، ایسے افراد مل جائیں جو عوام کو فریب دیکر اقتدار میں پہنچ جائیں اور حالات کو مغربی ممالک کے مفادات کے مطابق موڑ دیں۔یہ کوششیں کی جارہی ہیں لیکن بے سود اور بے فائدہ ہیں کیونکہ قومیں بیدار ہو چکی ہیں۔جب ایک قوم بیدار ہو گئی، جب ایک قوم میدان میں اتر پڑی، جان ہتھیلی پر رکھ کر سامنے آ گئی تو پھر اسے

پسپا نہیں کیا جا سکتا، اسے فریب نہیں دیا جا سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ انقلابی جدوجہد میں مصروف قومیں اور اسی طرح وہ قومیں آگے بڑھیں جن کے ہاں اس جدوجہد کی راہ ہموار ہو چکی ہے اور ان کی منزل نزدیک سے نزدیک تر ہو۔ ان کی کامیابی یقینی ہے، ہاں یہ ممکن ہے کہ راستہ طولانی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ راستہ بہت کم ہی ہو۔

اس وقت امریکی، صیہونیوں کی مدد سے اور علاقے میں اپنے آلہ کاروں اور مہروں کی مدد سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ان انقلابات کو ان کے اصلی راستے سے منحرف کر دیں، انہیں اپنے ہاتھ میں لے لیں، انہیں اپنے مفادات کے لئے استعمال کریں، لیکن ان کی یہ کوششیں بے سود ہیں۔ البتہ وہ قوموں کے لئے مشکلات ضرور پیدا کرتے ہیں مشکلات پیدا کرنا ان کی فطرت میں شامل ہے۔ اختلافات کی آگ بھڑکاتے ہیں، ہم تو ان تمام چیزوں کا تجربہ کر چکے ہیں۔ ہمارے انقلاب میں بھی انہوں نے اختلافات پیدا کئے، دراندازی کی، گروہوں کو ایک دوسرے سے لڑوایا، اندرونی تصادم کی کیفیت پیدا کر دی، ایک بیرونی دشمن کو ہمارے اوپر لشکر کشی کے لئے اکسایا، یہ سب کچھ ہوا لیکن ہماری قوم ثابت قدمی سے کھڑی رہی، پوری قدرت سے اپنے راستے پر آگے بڑھتی رہی، دشمن کی تمام سازشوں کو نقش بر آب کرتی رہی اور انشاء اللہ آئندہ بھی ہمیشہ غالب رہے گی۔ لہٰذا ان مشکلات کا سامنا تو کرنا ہوگا۔

آج آپ مشاہدہ کر رہے ہیں کہ مصر میں اور دیگر ممالک میں داخلی اختلافات کی آگ بھڑکا رہے ہیں، تصادم کروا رہے ہیں۔ یہ طے ہے کہ وہ ٹارگٹ کلنگ اور فتنوں کا بازار بھی گرم کریں گے۔ اس کا علاج عوام کی بیداری ہے، دانشوروں کی ہوشیاری، علمی شخصیات، سیاسی شخصیات ملک کے مستقبل سے دلچسپی رکھنے والے ہمدرد حکام کی آگاہی ہے۔ ان سب کو بیدار رہنا ہوگا، دھیان رکھنا ہوگا، انشاء اللہ تمام امور بہترین شکل میں آگے بڑھیں گے۔ یہ اسی بعثت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ شروع کی جانے والی تحریک کا تسلسل ہے جو

آج اس شکل میں ہماری نظروں کے سامنے ہے۔

مظلوم قومیں اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنا چاہتی ہیں، وہی وقار جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحریک کا ایک ستون تھا۔ برسوں سے دشمنوں نے، استکباری طاقتوں نے، قابض قوتوں نے اور مداخلت پسند عناصر نے ہماری قوموں کا استحصال کیا اور ساتھ ہی ساتھ ان کی تحقیر بھی کرتے رہے، انہیں ذلیل و خوار سمجھتے رہے۔ قومیں چونکہ اسلام سے بہرہ مند ہیں لہٰذا ان میں وقار کی خواہش ہے، عزت نفس پر ان کی تاکید ہے۔ یہی اسلامی تحریک ہے اور یہی اسلامی تحریک کا مفہوم ہے۔

مسلمان قوموں کو چاہیے کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، اسلامی مما لک کے دانشور بیدار رہیں، اور اپنے آپ کو بے فائدہ اور غیر ضروری بحثوں میں نہ الجھائیں۔ مذہبی اختلافات، قومی اختلافات، پسند و ناپسند کے اختلاف اور دوسری فرعی بحثوں میں مبتلا نہ ہوں۔ اس وقت جو کچھ خطے میں رونما ہو رہا ہے وہ بے حد عظیم تبدیلی ہے۔

ایرانی عوام بھی یہ دیکھ کر مسرور اور خوش ہیں کہ مسلم اقوام نے حرکت شروع کر دی ہے اور اپنی آزادی و وقار کو بحال کرنے کی جدوجہد کر رہی ہیں۔ ایران میں انقلاب کی تحریک شروع ہونے اور اس کی فتح کے وقت سے ہی علاقے کے مسائل کے سلسلے میں، علاقے کی عوامی تحریکوں کے سلسلے میں، علاقے کے انقلابات کے سلسلے میں اسلامی انقلاب کا مؤقف واضح اور روشن رہا ہے۔ جہاں کہیں بھی تحریک، استکبار کے خلاف شروع ہوئی ہے، صیہونیوں کے خلاف شروع ہوئی ہے، مقبوضہ فلسطین کے غاصب صیہونیوں کے خلاف شروع ہوئی ہے ہم نے اس کی تائید و حمایت کی ہے۔ جہاں بھی امریکہ کے خلاف قیام شروع ہوا ہے، اس بین الاقوامی ڈکٹیٹر کے خلاف قیام ہوا ہے امریکہ آج بین الاقوامی ڈکٹیٹر بن چکا ہے، اسی طرح جہاں بھی کسی ملک کے ڈکٹیٹر کے خلاف قوم نے اپنے حقوق کے حصول کے لئے قیام کیا ہے ہم ان کی حمایت کرتے رہے ہیں۔

سب کو آگاہ اور ہوشیار رہنا چاہیے، ہمیں بھی اور عوام کو بھی۔ یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ دشمن کے حیلے اور مکر وفریب بہت پیچیدہ اور مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ہمیں بصیرت کو اپنے اقدام کا معیار قرار دینا چاہیے۔ قوموں کو یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ امریکی، صیہونی، ان کے آلہ کار اور ان کے ہمنوا اس کوشش میں ہیں کہ انقلابوں کو ان کے اصلی راستے سے منحرف کر دیں۔ جن ممالک میں اسلامی بیداری کی لہر پھیلی ہوئی ہے ان پر ان کی توجہ زیادہ ہے۔ وہ قوموں کی تحریک کو منحرف کرنے کی ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔

بحرین کے مظلوم عوام بھی مصری قوم کی مانند ہیں، تیونس کے عوام کی مانند ہیں، یمن کے عوام کی مانند ہیں۔ وہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ ان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم ایسے افراد کو دیکھ رہے ہیں جو قوموں کے دل کی آواز پر توجہ دینے کے بجائے ان قوموں کے دشمنوں کی باتیں دہرا رہے ہیں۔ آج امریکہ اس کوشش میں مصروف ہے کہ جو کچھ مصر میں ہوا، تیونس میں ہوا، یمن میں، لیبیا میں اور دیگر جگہوں پر ہو رہا ہے شام کے واقعات کو بھی اسی کی مانند ظاہر کرے جو سامراج کے خلاف مزاحمت کی پہلی صف میں شامل ملک ہے۔ شام کے حالات کی نوعیت ان ممالک کے حالات سے مختلف ہے۔ ان ممالک میں امریکہ اور صیہونزم کے خلاف عوام کی تحریکیں چل رہی ہیں جبکہ شام میں جو کچھ ہو رہا ہے اس میں امریکہ کی ریشہ دوانیاں بالکل واضح ہیں، اس کے پس پردہ صیہونیوں کا ہاتھ ہے۔ ہمیں اشتباہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں کسوٹی کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔ جہاں تحریک، امریکہ مخالف اور صیہونزم مخالف ہے وہاں تحریک حقیقت میں عوامی تحریک ہے لیکن جہاں امریکہ اور صیہونزم کے حق میں نعرے سنائی دے رہے ہیں وہاں انحرافی مہم چل رہی ہے۔ ہم اس منطق کو، اس معیار اور پیمانے اور اس راہنمائی کو ہمیشہ مدنظر رکھتے ہیں۔

ہمیں یقین ہے کہ اسلامی جمہوری نظام کے دشمن اس سے اور بھی آگ بگولہ ہوں گے،

چراغ پا ہوں گے، ہمارے خلاف سازشیں مزید تیز کردیں گے۔ہم نے ان سازشوں کا ثابت قدمی سے سامنا کیا ہے۔قوم تجربہ کار ہوچکی ہے۔ان تیس برسوں میں گوناگوں سازشوں کا سامنا کرتے کرتے، استقامت کا مظاہرہ کرتے کرتے پختہ ہوچکی ہے۔دشمن بعض اندرونی واقعات کودیکھ کر بلا وجہ ہی خوش ہونے لگتے ہیں،امید لگا لیتے ہیں۔

خوشی کا مقام ہے کہ ملک کے مختلف ادارے قوی جذبہ اور سرشار امید کے ساتھ، دلچسپی اورشوق کے ساتھ اپنے امورانجام دے رہے ہیں۔اسی حالیہ عرصہ میں، گزشتہ سال آپ نے خود دیکھا کہ ملک میں کتنے کام سرانجام دیئے گئے ہم پیٹرول درآمد کرتے تھے لیکن اب پیٹرول برآمد کرنے کی صلاحیت حاصل کرلی ہے۔ملک کے مختلف شعبوں میں بحمداللہ اچھا کام چل رہا ہے۔یہی کابینہ کو چھوٹا کرنے کا مسئلہ جو مجریہ اور مقننہ نے مل کرانجام دیا ہے بہت اہم اور بڑا عمدہ کام ہے۔ ایسے کاموں کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے اور انشاءاللہ جاری رہے گا۔

ایرانی قوم اپنی استقامت سے، اپنی پائداری سے، اپنے اتحاد سے، اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اپنی بے پایاں امید سے اور باہمی اتحاد کے ساتھ، باہمی تعاون کے ساتھ، انشاء اللہ دشمنوں کو ایک بار پھر مایوسی میں مبتلا اور شکست سے دوچار کردیں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس قوم کی برکتوں میں اضافہ فرمائے، اس عظیم اور بابرکت دن کے صدقے میں اور حضرت خاتم الانبیاء کے وجود مبارک کے وسیلہ میں ایرانی قوم اور تمام مسلم قوموں کو اپنے لطف وکرم اور نصرت وتائید سے بہرہ مند فرمائے، حضرت ولی عصر (عج )م کے قلب مبارک کو ہم سب سے راضی وخوشنود فرمائے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# عید میلاد النبیؐ اور امام جعفر صادق علیہما السلام کی ولادت کی مناسبت سے خطاب

(۲۰۱۲/۰۲/۱۰۔۱۷:۴۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے فرزند گرامی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے یوم ولادت باسعادت کے مبارک و مسعود موقع پر آپ تمام حاضرین، محترم عزیز بھائیوں اور بہنوں، بالخصوص دیگر ممالک سے تعلق رکھنے والے اپنے عزیز مہمانوں کو مبارکباد و تہنیت پیش کرتا ہوں۔ اس عظیم تاریخی دن کی مناسبت سے پوری امت مسلمہ، عالم بشریت اور خاص طور پر ہمیشہ میدان عمل میں موجود رہنے والی ایرانی قوم کو بھی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

اس سال بحمد اللہ یہ دو عظیم مناسبتیں، یعنی یہ مبارک و مسعود یوم ولادت جو خیر و برکت کا سرچشمہ اور اسلام کی عظیم تاریخی تحریک کا بنیادی نقطہ ہے اور اسلامی انقلاب کی فتح کی سالگرہ جو عظیم اسلامی تحریک کے انتہائی اہم ثمرات میں سے ایک ہے، دونوں مناسبتوں کا جشن ایک ساتھ واقع ہوا ہے۔ ایرانی قوم آج دو عیدوں کا جشن منا رہی ہے، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن بھی اور اسلامی انقلاب کا جشن بھی۔ اسلامی انقلاب نے درحقیقت اسلام کو نیا جنم اور نئی حیات عطا کی ہے۔ ایک ایسے دور میں جب دنیا کی مادی طاقتیں اور تسلط پسند حکومتیں دسیوں سال کی

سازشوں کے بعد یہ تصور کر رہی تھیں کہ دین ومعنویت اور خاص طور پر اسلام کی بساط انسانی زندگی سے محو کر دی گئی ہے، تو ایسے وقت میں یہ عظیم آواز اور گونج سنائی دی، اس ملک میں ایک عظیم تاریخی آواز گونجی جس نے اسلام کے دشمنوں کو بھی، قوموں کی خود مختاری کے دشمنوں کو بھی اور بشریت کے دشمنوں کو بھی لرزہ براندام کر دیا،، اور اس کے ساتھ ہی پوری دنیا میں بابصیرت اور ذی شعور انسانوں کے دلوں میں امید کی کرن روشن کر دی۔ جس دن ایران میں اسلامی انقلاب فتح سے ہمکنار ہوا، اس وقت دنیا میں کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پرچم اسلام اس خطے میں، اس انداز سے اور ایسے ملک میں لہرائے گا، جو اس وقت بری طرح تسلط پسند طاقتوں کے چنگل میں جکڑا ہوا تھا، کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ یہ اسلامی تحریک دوام حاصل کرے گی، پروان چڑھے گی، عداوتوں اور دشمنیوں کا کامیابی سے مقابلہ کرے گی! دنیا کے گوشہ وکنار میں کوئی بھی اس کا تصور نہیں کر سکتا تھا۔

اسلامی جمہوری نظام کے دشمن یقین کئے ہوئے تھے کہ ایک دو مہینے کے اندر یا زیادہ سے زیادہ ایک سال میں اسلامی جمہوری نظام کو اکھاڑ کر پھینک دیں گے اور اس مقصد کے حصول کے لئے انہوں نے اپنی تمام تر کوششیں اور توانائیاں صرف کیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے انقلاب کی تاریخ کا ہر دن عبرتوں سے بھرا ہوا ہے۔ درحقیقت ایران میں آنے والے اسلامی انقلاب کی جدوجہد اور تلاش وکوشش کے برسوں کے ایک ایک دن کو اقوام عالم کے سامنے نمونے کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ یہ تمام سازشیں، گوناگوں اور مختلف شکلوں میں ڈالے جانے والے دباؤ اور دوسری طرف اس عظیم اور مجاہد انسان کی قیادت میں ایرانی قوم کی استقامت ایک عظیم درس ہے جس کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے یقینی طور پر نبوت کے پاکیزہ انوار کی ایک جھلک ودیعت کر دی تھی، حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ نے، اس عظیم انسان نے، اسی راستے پر، اسی انداز سے قدم رکھے اور اسی سیرت اور طرز عمل کو اختیار کیا۔

ایرانی قوم نے بھی وفاداری کا ثبوت دیا، سچائی اور صداقت کا ساتھ دیا، میدان عمل میں استقامت کا مظاہرہ کیا، سختیاں برداشت کیں اور سرانجام دشمن کی سازشوں پر اپنے پختہ عزم وقوی ارادے سے غلبہ حاصل کیا۔ جس کے نتیجے میں اس شجرہ طیبہ کو دوام حاصل ہو گیا، اس کی جڑیں مضبوط ہوتی اور گہرائی میں اترتی چلی گئیں، اس کے برگ وگل میں اضافہ ہوا اور یہ عظیم قلعہ روز بروز مستحکم اور ناقابل تسخیر ہوتا گیا۔ یہ سب اسلام کی برکتیں ہیں اور یہ سب اس مولود کی برکتیں ہیں جس نے آج کے دن فرش زمین پر قدم رکھا۔

ہم مسلمانوں کو راہ ہدایت تلاش کرنا ہو تو بس اتنا ہی کافی ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت کو پہچان لیں۔ ہمارا تو خیر عقیدہ ہے کہ تمام بشریت کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود مبارک سے مستفیض ہونا چاہیے۔ وہ سب فیض اٹھا بھی رہے ہیں تاہم امت اسلامیہ کو بدرجہ اولی استفادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ عظیم ہستی، مکارم اخلاق سے مزین یہ وجود، یہ عظیم شخصیت جسے اللہ تعالیٰ نے تاریخ بشر کی سب سے عظیم ذمہ داری کے لئے انتخاب کیا کہ جس کے بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے؛»

إِنَّ اللهَ عَزَّ وَ جَلَّ أَدَّبَ نَبِيَّهُ فَأَحْسَنَ أَدَبَهُ فَلَمَّا أَكْمَلَ لَهُ الْأَدَبَ قَالَ- إِنَّكَ لَعَلى خُلُقٍ عَظِيمٍ ثُمَّ فَوَّضَ إِلَيْهِ أَمْرَ الدِّينِ وَ الْأُمَّةِ لِيَسُوسَ عِبَادَهُ.[1]

اللہ تعالیٰ نے اس عظیم شخصیت کی پرورش کی، تربیت کی، نشوونما کے مراحل طے کرائے، عظیم تاریخی مہم کے تمام ضروریات اس مقدس اور پاکیزہ وجود میں قرار دیئے اور پھر اس کے دوش پر یہ عظیم ذمہ داری عائد کی، اس تاریخی رسالت کا بار گراں اس کے حوالے کیا۔ لہٰذا آج

---

[1] الكافی (ط - الإسلامية) / ج1/ 266/ باب التفويض إلى رسول الله ص و إلى الأئمة ع فی أمر الدين..... ص: 265

کا دن سترہ ربیع الاول کا دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن تاریخ انسانیت میں بشر کی سب سے بڑی عید کا دن قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ نے بشریت کو اور تاریخ بشریت کو اس عظیم انسان کے تحفے سے نوازا اور اس عظیم ہستی نے اس تحریک کے تمام تقاضوں کو پورا کیا۔

ہم مسلمان اگر آج پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت پر اپنی توجہ مرکوز کر لیں، اس کے بارے میں غور و خوض کریں، اس سے درس حاصل کرنے کی کوشش کریں تو ہمارے دین و دنیا کے لئے یہی کافی ہوگا۔ اپنے کھوئے ہوئے وقار کو حاصل کرنے کے لئے اس وجود پر نگاہوں کو مرکوز کرنا، اس سے درس لینا اور اس سے سیکھنے کی کوشش کرنا ہی کافی ہوگا۔ یہ شخصیت مظہر علم تھی، دیانتداری کا آئینہ تھی، اخلاق کا مجسمہ تھی، انصاف کا معیار تھی۔ انسان کو تو انہی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے انسانی ضرورتیں تو یہی چیزیں ہیں۔

یہ ایسی انسانی ضرورتیں ہیں جو پوری تاریخ بشر میں کبھی تبدیل نہیں ہوئی ہیں۔ آغاز خلقت سے اب تک انسانوں کی زندگی میں بے شمار تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں، گونا گوں تغیرات وجود میں آئے جن سے زندگی کے حالات، زندگی کے امور دگرگوں ہو کر رہ گئے لیکن بشر کے اصلی مطالبات اور ضروریات میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ انسان ابتدا ہی سے سکون اور ذہنی آسائش کی فکر میں تھا، انصاف کی تلاش میں تھا، اخلاق حسنہ کی جستجو میں تھا، خالق ہستی سے مستحکم رابطے کا متمنی تھا، یہی بشریت کی اصلی ضرورتیں ہیں اور ان ضرورتوں کا سرچشمہ اس کی فطرت و سرشت میں موجود ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ان تمام خصوصیات کی مظہر اور آئینہ دار ہے۔

ہم مسلمانوں اور امت مسلمہ کو آج ان تمام خصوصیات کی سخت ضرورت ہے۔ امت مسلمہ کو آج علمی پیشرفت کی ضرورت ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل اطمینان رکھنے کی ضرورت ہے۔ آپس میں اتحاد، بہترین روابط اور اخلاق حسنہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں آپس میں اتحاد اور بھائی چارہ اختیار کرنا چاہیے، چشم پوشی اور درگزر سے کام لینا چاہیے۔ ان تمام خصوصیات کا بھرپور

آئینہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ کا علم، آپ کا حلم، آپ کی چشم پوشی، آپ کی رحمدلی، کمزور طبقے کے لئے آپ کی شفقت، معاشرے کے تمام افراد کے متعلق آپ کا عدل وانصاف، ان تمام خصوصیات کا مجسمہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت ہے۔

ہمیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درس لینا چاہیے، ہمیں ان خصوصیات سے اپنے آپ کو آراستہ بنانا چاہیے۔ آج ہمیں اللہ تعالیٰ پر اپنا یقین پختہ کرنے کی ضرورت ہے، اللہ پر اطمینان رکھنے کی ضرورت ہے، اللہ کے وعدوں پر بھروسہ رکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے، فرمایا ہے کہ اگر جدوجہد کروگے، اگر محنت کروگے، تو اللہ تعالیٰ تمہیں منزل مقصود تک پہنچائے گا اور تم استقامت کے زیر سایہ اپنے اہداف حاصل کرلوگے۔ دنیاوی خواہشات کے مقابلے میں ہمارے عزم وارادے میں تزلزل نہیں پیدا ہونا چاہیے، مال ومقام کے معاملے میں اسی طرح دوسرے گوناگوں وسوسوں کے سامنے ہماری بے نیازی میں کوئی کمزوری نہیں پیدا ہونی چاہیے۔ یہی چیزیں انسانیت کو کمالات کی بلندیوں تک پہنچاتی ہیں، کسی بھی قوم کو وقار کی بلندیوں پر پہنچا سکتی ہیں، کسی بھی معاشرے کو حقیقی سعادت وکامرانی سے ہمکنار کرسکتی ہیں۔ ہمیں ان چیزوں کی سخت ضرورت ہے اور ان صفات کا مجسمہ ومرقع ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

ہمارے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری زندگی ایسی ہے، کہ آپ کا بچپن بھی بے نظیر ہے، آپ کی نوجوانی کا دور بھی لاثانی اور بعثت سے قبل کے سال بھی بے مثال ہیں۔ آپ کی دیانتداری کا یہ عالم ہے کہ پورا قبیلہ قریش اور آپ سے واقفیت رکھنے والے تمام عرب آپ کو امین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ لوگوں کے بارے میں آپ کا انصاف، آپ کی منصفانہ نگاہ ایسی ہے کہ جب حجرالاسود کو نصب کرنے کا موقعہ آتا ہے اور عرب قبائل اور گروہوں میں تصادم کی نوبت آجاتی ہے، جھگڑا کھڑا ہوجاتا ہے تو فیصلے کے لئے آپ کا انتخاب کرتے ہیں، حالانکہ اس وقت آپ نوجوانی کے دور میں تھے۔ یہ آپ کی انصاف پسندی اور عدالت کا مظہر ہے جس کے

سب معترف تھے۔آپ کو صادق وامین مانتے تھے۔ یہ آپ کی نوجوانی کا دور ہے۔

اس کے بعد بعثت کا دور آیا تو آپ کا ایثار، آپ کی مجاہدت اور آپ کی استقامت سامنے آئی۔اس دور میں تمام لوگ آپ کے مخالف تھے،آپ کے خلاف محاذ آرائی کررہے تھے، آپ کی مخالف سمت میں حرکت کررہے تھے،آپ کی دشمنی پر کمر بستہ تھے، کتنی سختیاں برداشت کیں، مکہ کے تیرہ سال کتنی دشواریوں میں گزارے لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی، آپ کی اسی استقامت کا نتیجہ تھا کہ پختہ عزم وارادے کے مالک مسلمان وجود میں آئے جو ہر دباؤ اور سختی کا مسکرا کر مقابلہ کرتے تھے۔ یہ سب ہمارے لئے درس ہیں۔

اس کے بعد مدنی معاشرہ تشکیل پایا۔آپ نے دس سال سے زیادہ حکومت نہیں کی لیکن علم و دانش اور ثقافت کی ایسی عظیم عمارت تعمیر کردی کہ صدیاں گزر گئیں مگر آج بھی وہی معاشرہ علم ودانش میں،تہذیب وتمدن میں، روحانی ارتقاء میں، اخلاقی کمالات میں اور دولت و ثروت میں انسانیت کا نقطہ عروج ہے۔ وہی معاشرہ جس کا خاکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیش کیا تھا اور جس کی داغ بیل آپ کے دست مبارک سے پڑی۔ البتہ بعد میں مسلمانوں نے غفلت سے کام لیا تو ان پر مصیبتیں نازل ہوئیں۔ ہم مسلمانوں نے اپنے ہاتھ سے اپنی پسماندگی کا سامان فراہم کیا۔ اب اگر ہم پھر آنحضرتؐ کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں تو ایک بار پھر ترقی و پیشرفت کے راستے پر گامزن ہوجائیں گے۔

آج امت مسلمہ کو اتحاد کی ضرورت ہے، باہمی ہمدلی اور ہمدردی کی ضرورت ہے، باہمی آشنائی کی ضرورت ہے۔ آج عرب دنیا میں اور اسلامی دنیا میں جو عوامی انقلابات آرہے ہیں،قوموں کی رگوں میں خون کی مانند بیداری گردش کررہی ہے،عمل کے میدان میں قومیں وارد ہورہی ہیں، امریکہ اور استعماری نظام کو بار بار شکست و ناکامی کا سامنا ہے،صیہونی حکومت روز بروز کمزور ہوتی جارہی ہے، یہ سب مسلمانوں کو حاصل ہونے والے اہم ترین مواقع ہیں۔ یہ

امت مسلمہ کے لئے سنہری موقعہ ہے۔

ہمیں ہوش میں آنے کی ضرورت ہے، درس لینے کی ضرورت ہے۔اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ امت مسلمہ کی بلند ہمتی سے، روشن فکر حضرات، علمی شخصیات، سیاسی و مذہبی رہنماؤں کے پختہ عزم وارادہ کی برکت سے یہ تحریک آگے بڑھے گی اور عالم اسلام کے وقار کا دور ایک بار پھر واپس آجائے گا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس دن کو قریب سے قریب تر لائے اور ہم سب کو توفیق عنایت فرمائے کہ اس تحریک میں شریک ہوں اوراس کا حصہ قرار پائیں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# میلاد النبیؐ و امام صادق علیہما السلام کی ولادت اور ہفتہ وحدت کی مناسبت سے خطاب

(۲۰۱۴/۰۱/۱۹۔۲۱:۵۷)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت اور آپ کے فرزند گرامی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی ولادت با سعادت کی مناسبت سے اس جلسے میں موجود تمام محترم حاضرین، ہفتہ وحدت المسلمین کے اجلاس میں شریک عزیز مہمانوں، اسلامی ممالک کے سفیروں اور ملک کے ان جملہ عہدیداروں کو تہہ دل سے مبارکباد پیش کرتا ہوں جن کے دوش پر سنگین امور کی ذمہ داریاں عائد ہیں۔ اسی طرح پوری ایرانی قوم، دنیا بھر کے مسلمانوں بلکہ ساری دنیا کے حریت پسند انسانوں کو اس موقعہ کی مناسبت سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ یہ ولادت ان برکتوں کا سرچشمہ ہے جو ان صدیوں کے دوران تمام انسانیت کے لئے نازل ہوتی رہی ہیں اور جن سے قومیں، دنیا کے انسان اور ساری انسانیت بلند ترین انسانی، فکری اور معنوی منزلوں، اعلی ترین تمدن اور تابناک مستقبل تک رسائی کے قابل ہوئی ہے۔ اس عظیم میلاد کی سالگرہ پر عالم اسلام اور اسلامی سماج کے لئے جو چیز اساسی اور کلیدی ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی دنیا سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقعات پر توجہ دی جائے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقعات کو پورا کرنے کی بھر پور کوشش اور

جدوجہد کی جانی چاہیے۔ عالم اسلام کی سعادت وخوشبختی اسی میں ہے۔

اسلام، انسان کے لئے حریت وآزادی کا ہدیہ اور سوغات لے کر آیا ہے۔ ظالم وجائر نظاموں کی طرف سے انسانی طبقات پر ہونے والے مظالم سے آزادی دلانے اور انسانوں کے لئے عدل ومساوات پر استوار حکومت کی تشکیل کے لئے بھی آیا اور انسانی زندگی پر حکم فرما ان توہمات اور غلط نظریات سے معاشرے کی رہائی کے لئے بھی آیا جن توہمات اور غلط نظریات نے انسانی زندگی کو اس کی اپنی مصلحت اور فلاح وبہبود کے منافی سمت میں موڑ دیا تھا۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اسلام کے ظہور کے ایام میں انسانوں کی زندگی کو فتنوں کے نرغے میں محصور زندگی سے تعبیر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

فِی فِتَنٍ داسَتہُم بِأَخفافِها وَ وَطِئَتہُم بِأَظلافِها.[1]

فتنہ یعنی ایسی غبار آلود فضا اور ماحول جس میں انسانی آنکھوں کو کچھ بھی دکھائی اور سجھائی نہ دے رہا ہو،، انسان راستہ نہ دیکھ پا رہا ہو، اپنی بھلائی اور برائی بھی سمجھ نہ پا رہا ہو۔ یہ ان لوگوں کی حالت تھی جو اس پرمشکل اور سخت دور میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس زمانے کے بڑے ملکوں میں اور بڑی تہذیبوں میں بھی کچھ حکومتیں تھیں، قومیں تھیں، لیکن وہاں تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہی حالات تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ اسلام کے ظہور کے زمانے میں جزیرۃ العرب میں بسنے والے عوام ہی بدقسمتی وپستی کا شکار تھے اور بقیہ قوموں کے حالات اچھے تھے۔ ظالم وجائر حکومتوں کے تسلط، انسان وانسانیت کی توہین اور کشور گشائی کے لئے بڑی طاقتوں کے درمیان ہونے والی تباہ کن جنگوں نے لوگوں کی زندگی تباہ وبرباد کر کے رکھ دی تھی۔

تاریخ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے کی دو معروف حکومتیں، یعنی ایران کی ساسانی حکومت اور روم کی شہنشاہیت کے دور میں ان دونوں حکومتوں کے حدود اور قلمرو

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ دوّم

میں بسنے والے لوگوں کی زندگی ایسے ابتر حالات میں گزر رہی تھی کہ اس کے تصور سے ہی دل کانپ اٹھتا ہے۔ لوگ بے حد دردناک زندگی گزار رہے تھے، قیدیوں جیسی زندگی بسر کرتے تھے۔ اسلام نے آکر انسانوں کو حریت اور آزادی کا درس دیا۔ یہ آزادی سب سے پہلے انسان کے دل میں اور انسان کی روح کے اندر پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان آزادی کی لذت وفرحت کا احساس کر لیتا ہے، زنجیروں کے ٹوٹ جانے کا احساس کر لیتا ہے تو پھر اس کی توانائیاں اسی احساس سے متاثر ہوتی ہیں، ایسے میں اگر وہ ہمت سے کام لے اور آگے بڑھے تو پھر یہ ذہنی آزادی خارجی اور باہری دنیا کی آزادی کا راستہ بھی صاف کر دیتی ہے۔ اسلام نے انسانوں کے لئے یہی کام انجام دیا۔

آج بھی اسلام ساری دنیائے اسلام بلکہ پورے عالم انسانیت کو یہی پیغام دے رہا ہے۔ بشر کی آزادی کے دشمن انسانوں کے ذہن و دل سے آزادی کا تصور مٹا دینے کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ اگر فکر ونظر آزاد نہ ہو تو پھر حریت کی جانب پیش قدمی کا عمل سست روی کا شکار رہے گا بلکہ عین ممکن ہے کہ بالکل سے ختم ہی ہو جائے۔ آج ہم مسلمانوں کا فرض ہے کہ خود کو اس آزادی کی منزل تک پہنچائیں جو اسلام کی پسندیدہ آزادی ہے۔ مسلم اقوام کی خودمختاری، تمام عالم اسلام میں عوام کی منتخب کردہ حکومتوں کی تشکیل، فیصلہ سازی کے عمل میں اور مستقبل کے تعین کے اقدامات میں عوام کی بھرپور شراکت اور اسلامی شریعت کی بنیاد پر ہر عمل کی انجام دہی وہ راستہ ہے جو قوموں کو آزادی دلا سکتا ہے۔

یقینی طور پر آج مسلم اقوام کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ انہیں یہ عمل انجام دینے کی ضرورت ہے۔ پورے عالم اسلام میں یہ فکر اور یہ جذبہ موجزن ہے اور بیشک یہ جذبہ سرانجام اپنی منزل تک ضرور پہنچے گا۔ اگر قوموں کے دانشور اور اہم شخصیات خواہ ان کا تعلق سیاسی شعبہ سے ہو یا علمی و دینی حلقوں سے، اپنا فریضہ کما حقہ انجام دیں تو دنیائے اسلام کا مستقبل یقینی

طور پر سنور جائے گا۔اس مستقبل کے سلسلے میں قوی امید پائی جاتی ہے۔

آج عالم اسلام اپنے اندر بیداری کی انگڑائیاں دیکھ رہا ہے اور یہی وہ موقع ہے کہ جب دشمنان اسلام، وہ لوگ جو اسلامی بیداری کے دشمن ہیں، جو قوموں کی خودمختاری کے مخالف ہیں،ملکوں میں دین خدا کی حکمرانی کے تصور سے خائف ہیں،میدان میں اتر پڑتے ہیں، اسلامی معاشروں کو الجھائے رکھنے کے لئے گوناگوں ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں جن میں سب سے کلیدی ہتھکنڈہ اندرونی اختلافات کو شعلہ ور کرنا ہے۔

سامراجی اور استعماری طاقتیں پینسٹھ سال سے،صیہونی حکومت کا وجود مسلم اقوام پر مسلط کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش انجام دے رہی ہے، انہیں اس حکومت کا وجود تسلیم کرنے پر مجبور کر دینا چاہتی ہے لیکن اب تک اسے ناکامی ہی ہاتھ لگی ہے۔ہمیں ان چند ملکوں اور حکومتوں پر نہیں جانا چاہیے جو اپنے اسلام دشمن بیرونی دوستوں کے مفادات کی حفاظت کے لئے،خود اپنے قومی مفادات کو اور اسلامی مفادات کو نظر انداز کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔مسلمان قومیں صیہونیوں کے وجود کی مخالف ہیں۔پینسٹھ سال سے استکباری قوتیں فلسطین کا نام ذہنوں سے مٹا دینے کے لئے کوشاں ہیں لیکن انہیں تا حال کامیابی نہیں ملی ہے۔

حالیہ کچھ برسوں میں،تینتیس روزہ جنگ لبنان، بائیس روزہ جنگ غزہ اور دوبارہ آٹھ روزہ جنگ غزہ میں امت اسلامیہ نے ثابت کر دیا کہ اس کے وجود میں گرمی حیات موجود ہے، اور مغربی طاقتوں اور خاص طور پر امریکا کی سرمایہ کاری اور منصوبہ بندی کے باوجود امت اسلامیہ اپنا وجود اور اپنی شناخت قائم رکھنے میں کامیاب رہی اور عالم اسلام جعلی اور مسلط کردہ صیہونی نظام پر کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہوا۔اس مدت کے دوران ظالم صیہونیوں کے آقاؤں، دوستوں اور اتحادیوں کو جنہوں نے اس ظالم و جرائم پیشہ حکومت کی حفاظت کے لئے اپنا سب کچھ داؤں پر لگا دیا، ناکامی ہاتھ لگی ہے۔

امت اسلامیہ نے ثابت کر دیا کہ اس نے مسئلہ فلسطین کو ہرگز فراموش نہیں کیا ہے۔ یہ بہت اہم چیز ہے۔ انہی حالات کو دیکھتے ہوئے دشمن کی ساری کوشش یہ ہے کہ امت مسلمہ کو کسی صورت سے مسئلہ فلسطین سے لاتعلق کر دے۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ داخلی اختلافات سے ممکن ہے، خانہ جنگی سے ممکن ہے، اسلام کے نام پر، دین کے نام پر اور شریعت کے نام پر انتہا پسندی کی ترویج سے ممکن ہے۔ اس طرح ممکن ہے کہ ایک گروہ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو، مسلمانوں کی اکثریت کو کافر قرار دے دے۔

عالم اسلام میں سر ابھارنے والی ان تکفیری تحریکوں کا وجود، استکبار کے لئے اور دشمنان عالم اسلام کے لئے منہ مانگی مراد ہے۔ یہ گروہ خبیث صیہونی حکومت کی طرف توجہ دینے کے بجائے، سب کی توجہ دیگر امور کی طرف موڑ رہا ہے۔ بالکل اس کے برخلاف سمت میں، جس کا حکم اسلام نے دیا ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ "[1] کی تعلیم دی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ دشمنان دین کے سلسلے میں سخت بن جائیں، ان کے مد مقابل ڈٹ جائیں، دباؤ میں نہ آئیں،

اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ.

آیت قرآنی میں واضح طور پر یہ بات کہی گئی ہے۔ آپس میں مہربان رہیں، متحد رہیں، ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے رہیں۔ اللہ کی رسی کو سب مضبوطی سے پکڑ لیں۔ یہ اسلام کا فرمان ہے۔ اس سب کے باوجود ایک گروہ نمودار ہوتا ہے اور مسلمانوں کو مسلم و کافر میں تقسیم کر دیتا ہے! کچھ لوگوں کو کافر قرار دیکر اپنے حملوں کا نشانہ بناتا ہے، مسلمانوں کو آپس میں دست و گریباں کر دیتا ہے! ایسے میں کہاں شک و شبہے کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ یہ تحریکیں اور ان کی پشت پناہی و مالی سرپرستی، انہیں ہتھیاروں کی فراہمی یہ سب کچھ استکباری طاقتوں کا کام ہے۔

---

[1] سورۂ الفتح: ۲۹

یہ استکباری حکومتوں کی خبیث انٹیلی جنس ایجنسیوں کی کارستانی ہے؟ وہ سر جوڑ کر بیٹھتی ہیں اور اسی صورت حال کے لئے منصوبہ بندی کرتی ہیں۔ عالم اسلام کو چاہیے کہ اس مسئلے پر توجہ دے۔ یہ بہت بڑا خطرہ ہے۔ بدقسمتی سے کچھ مسلم حکومتیں جو غفلت کا شکار ہیں، ان اختلافات کو ہوا دیتی ہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ ان اختلافات کو ہوا دینے سے ایسی آگ بھڑکے گی جو خود ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیگی۔ یہی استکبار کا منصوبہ بھی ہے۔ مسلمانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے الجھ جائے، متصادم ہو جائے۔ اس فتنے کی جڑ وہ لوگ ہیں جو استکباری طاقتوں کے گماشتہ حکمرانوں کے پیسے استعمال کر رہے ہیں، عسکریت پسندوں کی مالی مدد کرتے ہیں، انہیں ہتھیار سپلائی کرتے ہیں۔ مختلف ملکوں میں لوگوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنا رہے ہیں۔

گزشتہ تین چار سال کے دوران جب بعض مسلم اور عرب ممالک میں اسلامی بیداری کی لہر اٹھی ہے، یہ سازشیں اور تیز ہو گئی ہیں تا کہ اسلامی بیداری کی لہر دب کر اور نظر انداز ہو کر رہ جائے۔ مسلمانوں کو آپس میں لڑوا بھی رہی ہیں اور دشمن تشہیراتی و ابلاغیاتی اداروں کی مبالغہ آرائیوں کے ذریعے عالمی رائے عامہ کی نگاہ میں اسلام کی بے حد خوفناک تصویر پیش کرنے کی کوشش بھی کر رہی ہیں۔ جب ٹی وی چینل کسی آدمی کو دکھاتے ہیں جو اسلام کا نام لیوا ہے اور ایک انسان کا جگر چبا رہا ہے اور کھا رہا ہے تو اس سے اسلام کے بارے میں کیا تصور پیدا ہوتا ہے؟ دشمنان اسلام نے اس کی باقاعدہ منصوبہ بندی کی ہے۔ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جو یکبارگی وجود میں آ گئی ہوں، یہ آناً فاناً رونما ہو جانے والی باتیں نہیں ہیں۔ یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے لئے مدتوں منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ ان ساری چیزوں کے پیچھے خاص سیاست کارفرما ہے، ان کے پیچھے سرمایہ کاری ہے اور خفیہ اداروں کی سرگرمیاں ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ اتحاد مخالف اور اتحاد مسلمین سے متصادم ہر شے کا مقابلہ کریں۔ یہ ہم سب کا بڑا اہم فریضہ ہے۔ یہ ذمہ داری شیعہ بھی اپنے دوش پر لیں اور اہل سنت بھی یہ ذمہ

داری اٹھائیں۔ اسی طرح شیعہ اور سنی مذاہب کے اندر موجود مختلف مسلک اور مکاتب فکر یہ ذمہ داری قبول کریں۔

وحدت و یکجہتی اور اتحاد سے مراد یہ ہے کہ اشتراکات کو بنیاد قرار دیکر کام کیا جائے۔ ہمارے پاس اشتراکات کی کمی نہیں ہے۔ مسلمانوں کے اشتراکات ان کے اختلافی مسائل سے کہیں زیادہ ہیں تو انہی اشتراکات کو بنیاد قرار دینا چاہیے۔ اس سلسلے میں زیادہ ذمہ داری دانشوروں اور مفکرین کی ہے۔ خواہ ان کا تعلق سیاسی شعبہ سے ہو یا علمی و دینی شعبہ سے ہو۔ دنیائے اسلام کے علماء کو چاہیے کہ عوام الناس کو فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلافات سے محتاط رہنے کی تلقین کریں۔ یونیورسٹیوں سے وابستہ دانشور اور اسکالر، اسٹوڈنٹس کے سامنے حقائق پیش کریں اور انہیں سمجھائیں کہ اس وقت عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ اور سب سے بڑی ضرورت اتحاد ہے۔

اہداف کے حصول کے لئے اتحاد، سیاسی خودمختاری حاصل کرنے کے لئے اتحاد، دینی جمہوریت کے قیام کے ہدف کے لئے اتحاد، اسلامی معاشروں میں احکام الٰہیہ کے نفاذ کا ہدف حاصل کرنے کے لئے اتحاد۔ وہ اسلامی معاشرہ جو آزادی کا پیغام دیتا ہے، وہ اسلام نوازی جو انسانوں کو عزت و شرف کا درس دیتی ہے۔ آج یہ ہمارا فریضہ ہے، یہ شرعی فریضہ ہے۔ سیاسی شخصیات کو بھی یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ ان کا وقار و اعتبار عوام اور قوموں کا مرہون منت ہے۔ اغیار پر تکیہ کر کے، دل کی گہرائیوں تک اسلامی معاشروں کا کینہ رکھنے والوں کی مدد سے یہ وقار کبھی حاصل نہیں ہوگا۔

ایک زمانہ تھا جب ان تمام علاقوں میں استکباری طاقتوں کی حکمرانی تھی۔ امریکی پالیسیوں، اس سے قبل برطانیہ اور بعض دیگر یورپی ملکوں کے اشاروں پر کام ہوتا تھا۔ قومیں رفتہ رفتہ خود کو استکبار کے براہ راست تسلط کی زنجیر سے آزاد کرانے میں کامیاب ہوئیں۔ اب استکباری

طاقتیں براہ راست استعمار کے بجائے بالواسطہ طور پر سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی تسلط قائم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ البتہ دنیا کے بعض خطوں میں براہ راست تسلط کی کوشش بھی کر رہی ہیں۔ آپ افریقہ پر نظر ڈالئے۔ بعض یورپی ممالک چاہتے ہیں کہ وہی پرانا قصہ پھر شروع ہو جائے۔

اسلامی بیداری راہ نجات ہے، آگاہی اور مسلم اقوام کے حالات وامور سے واقفیت راہ نجات ہے۔ مسلم اقوام کے پاس بے پناہ وسائل موجود ہیں، ان کے پاس انتہائی اہم اور حساس جغرافیائی محل وقوع ہے، گراں قدر تاریخی ورثہ ہے، بے مثال اقتصادی وسائل و ذخائر ہیں، اگر قومیں بیدار ہو جائیں اور اپنی توانائیوں کو پہچان لیں، اپنی صلاحیتوں اور توانائیوں پر تکیہ کریں، ایک دوسرے کی جانب دوستی کا ہاتھ بڑھائیں تو یہ علاقہ ایک درخشاں علاقہ بن جائے گا اور دنیائے اسلام عزت وشرف اور قائدانہ مقام حاصل کرلیگی۔ ان شاءاللہ مستقبل میں یہ منزل ضرور حاصل ہوگی، اس کے آثار ابھی سے دکھائی دینے لگے ہیں۔ ایران میں اسلامی انقلاب کی فتح اور اس حساس علاقے میں اسلامی جمہوری نظام کا قیام اور اسلامی جمہوریہ کا روز افزوں استحکام اس کے آثار ہیں۔

امریکہ سمیت تمام استکباری طاقتوں نے گذشتہ پینتیس سال سے اسلامی جمہوری نظام کے خلاف اور ایرانی قوم کے خلاف جو بھی کر سکتے تھے وہ انھوں نے انجام دیا لیکن اس کے باوجود ایرانی قوم اور اسلامی جمہوری نظام کی طاقت روز بروز بڑھتی رہی ہے اور اس کی جڑیں مزید مضبوط و مستحکم اور گہرائی میں اترتی رہی ہیں اور اس کے اثر ورسوخ میں بھی مزید اضافہ ہوا ہے۔ انشاءاللہ یہ استحکام اور یہ قوت اور بھی بڑھے گی۔ عالم اسلام میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ نسلوں کی علمی سطح میں اضافہ ہوا ہے، اسلام اور اسلام کے مستقبل کے سلسلے میں ان کے علم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ بعض جگہوں پر آگاہی کی یہ سطح ماضی کی نسبت بہت بلند وبالا ہے۔ البتہ دشمن اپنی ریشہ

دوانیوں میں مصروف ہے تاہم اگر ہم غور وخوض اور دقت کے ساتھ جائزہ لیں تو مشاہدہ کر سکتے ہیں کہ اسلامی لہر مسلسل آگے بڑھ رہی ہے۔

ہمارے عظیم الشان رہنما حضرت امام خمینی رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے ہمیں اس راستے سے آگاہ وآشنا بنایا۔ انہوں نے ہمیں سکھایا کہ کیسے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا چاہیے۔ کیسے اللہ تعالیٰ سے نصرت و مدد طلب کرنی چاہیے اور مستقبل کے متعلق پر امید رہنا چاہیے ہم اس راستے پر گامزن ہیں اور آئندہ بھی ہمارے قدم اسی راستے پر آگے بڑھیں گے۔ اسلام اور مسلمانوں کی فتح و کامیابی کی امید رکھتا ہوں اور اس تحریک کے شہیدوں کے لئے اللہ کی رحمت و مغفرت طلب کرتا ہوں اور آپ سے دعاؤں کی امید کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# روز ولادت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہفتہ وحدت کے موقع پر خطاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہدیۂ تبریک و تہنیت عرض کرتا ہوں، پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرزند ارجمند امام صادق علیہ السلام کی پر برکت ولادت کے موقع پر اس اجتماع میں تشریف فرما، آپ حاضرین محترم، ہفتہ وحدت کے عزیز مہمانوں اور اسلامی ممالک کے سفراء اور تمام ذمہ داران اور بزرگوار سرکاری حکام جنہوں نے ملک کی بھاری ذمہ داریاں سنبھالی ہوئی ہیں کو؛ نیز مبارکباد عرض کرتا ہوں ملت ایران کو اور تمام مسلمانان عالم کو، بلکہ تمام عالمی حریت پسندوں کو۔

یہ مبارک میلاد ایسی برکتوں کا سرچشمہ ہے جو صدیوں کے دوران بنی نوع انسان کے ہر فرد پر نازل ہوتی رہی ہیں؛ اور ملتوں کو، انسانوں کو اور انسانیت کو اعلی ترین انسانی، فکری اور روحانی عوالم اور شاندار تہذیب اور شاندار زندگی کے لئے روشن پیش منظر پیش کرتی رہی ہیں۔ جو کچھ اس ولادت مبارکہ کی سالگرہ کے موقع پر عالم اسلام اور مسلم امہ کے لئے اہم ہے وہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے کی تشکیل کے سلسلے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقعات کو مدنظر رکھیں، اور کوشش کریں اور مجاہدت وجدوجہد کریں تاکہ یہ توقات پوری ہوجائیں؛ دنیائے اسلام کی سعادت اسی

میں ہے اور بس۔ اسلام بنی نوع انسان کی آزادی کے لئے آیا، استبدادی اور ظالم مشینریوں کی قید و بند اور دباؤ سے انسان کے مختلف طبقوں کی آزادی اور انسانوں کے لئے حکومت عدل کے قیام کے لئے بھی اور انسان کی زندگی پر مسلط اور انسانی زندگی کو اس کی مصلحتوں کے برعکس سمت کھولنے والے افکار، اوہام (وخرافات) اور تصورات سے آزادی کے لئے بھی۔

امیر المومنین علیہ الصلاۃ والسلام نے ظہور اسلام کے دور میں عوام کی زندگی کو فتنے کا ماحول قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

فی فِتَنٍ داسَتہُم بِأَخفافِہا وَ وَطِئَتہُم بِأَظلافِہا ۔[1]

فتنے سے مراد وہ غبار آلود ماحول ہے جس میں انسان کی آنکھیں کچھ دیکھنے سے عاجز ہیں؛ انسان راستہ نہیں دیکھتا، مصلحت کی تشخیص سے عاجز ہے، یہ ان لوگوں کی صورت حال تھی جو اس مصائب بھرے اور پر ملال خطے میں زندگی بسر کر رہے تھے۔

بڑے ممالک میں، اس زمانے کی تہذیبوں میں بھی جن کے پاس حکومتیں تھیں یہی صورت حال مختلف شکل میں پائی جاتی تھی۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ ہم کہہ دیں کہ ظہور اسلام کے ایام میں جزیرۃ العرب کے عوام بدبخت اور بیچارے تھے اور دوسرے خوشبخت تھے؛ نہیں، ستمگر اور ظالم حکومتیں، انسان اور انسانیت کی شان ومنزلت کو نظر انداز کرنے، طاقتوں کے درمیان طاقت کے حصول کے لئے تباہ کن جنگوں کی آگ بھڑکائے جانے، نے لوگوں کی زندگی تباہ کر دی تھی۔

تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس دن کی دو معروف تہذیبیں یعنی ساسانی ایران کی تہذیب اور سلطنت روم کی تہذیب کی صورت حال کچھ اس طرح سے تھی کہ ان معاشروں میں زندگی بسر کرنے والے عوام اور مختلف طبقات کے حال پر انسان کا دل ترس کھا جاتا

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ دوّم۔ ترجمہ: لوگ فتنوں سے دوچار تھے جن میں دین کی رسی پھٹ گئی تھی اور یقین کے دستے سست ہو گئے تھے۔ (دستہ، قبضہ، موٹھ Handle)

ہے؛ ان کی زندگی کی صورت حال نہایت افسوسناک ہمدردی کے قابل تھی، وہ اسیری کی زندگی گذارنے پر مجبور تھے۔ اسلام نے آکر انسان کو آزاد کردیا؛ یہ آزادی، سب سے پہلے انسان کے دل اوراس کی روح کے اندر معرض وجود میں آتی ہے؛ اور جب انسان آزادی کو محسوس کرتا ہے، جب وہ غلامی کی زنجیریں توڑنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے، اس کی قوتیں اس احساس کے زیر اثر آتی ہیں اور اگر وہ ہمت کرے اور اٹھ کر حرکت کرے، اس کے لئے آزادی کی عملی صورت معرض وجود میں آتی ہے؛ اسلام نے انسانوں کے لئے یہ کام سرانجام دیا؛ آج بھی وہی پیغام موجود ہے پوری دنیا میں اور عالم اسلام میں۔

بنی نوع انسان کی آزادی کے دشمن انسانوں کے اندر آزادی کی سوچ کو مار ڈالتے ہیں اور ختم کردیتے ہیں؛ جب آزادی کی فکر نہ ہوگی؛ آزادی کی طرف پیشرفت بھی سست ہوجائے گی یا مکمل طور پر ختم ہوجائے گی۔ آج ہم مسلمانوں کی ذمہ داری یہ ہے کہ اسلام کے مدنظر آزادی تک پہنچنے کی کوشش کریں؛ مسلم اقوام کا استقلال وخودمختاری، پوری اسلامی دنیا میں عوامی حکومتوں کا قیام، قومی وملکی فیصلوں اور اپنی قسمت کے فیصلوں میں عوام کے فرد فرد کی شراکت داری اور اسلامی شریعت کی بنیاد پر آگے کی جانب حرکت، وہی چیز ہے جو ملتوں اور قوموں کو نجات دلائے گی۔

البتہ آج مسلم قومیں محسوس کرتی ہیں کہ انہیں اس اقدام کی ضرورت ہے اور پوری اسلامی دنیا میں یہ احساس پایا جاتا ہے اور بالآخر یہ احساس نتیجہ خیز ثابت ہوگا، بلاشک۔

اگر قوموں کے ممتاز افراد خواہ وہ علمی وسائنسی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں چاہے دینی شعبے سے تعلق رکھتے ہوں اپنے فرائض کو بحسن وخوبی نبھائیں، تو عالم اسلام کا مستقبل مطلوبہ مستقبل ہوگا؛ اس مستقبل کے سلسلے میں امیدیں موجود ہیں۔ اسی مقام پر دشمنان اسلام جو اسلامی بیداری کے دشمن ہیں، اقوام عالم کی آزادی واستقلال کے مخالف ہیں میدان میں اتر آتے ہیں؛ اسلامی معاشروں کو معطل رکھنے کی قسم قسم کی کوششیں عمل میں لائی جاتی ہیں اور ان میں سب سے زیادہ

اہم اختلاف وانتشار پھیلانا ہے۔

استکباری دنیا 65 برسوں سے اپنی پوری قوت کو بروئے کار لاکر صہیونی ریاست کی موجودگی کو مسلم اقوام پر ٹھونسنے اور انہیں اس واقعیت (Reality) کو تسلیم کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کررہی ہے اور وہ ناکام رہی ہے۔ ہمیں (صرف) بعض ممالک اور حکومتوں کی طرف نہیں دیکھنا چاہئے جو اپنے اجنبی دوستوں کے مفاد کے لئے اپنے قومی مفادات کو پامال کرنے یا اسلامی مفادات کو بھلا دینے کے لئے بھی تیار ہیں جبکہ یہ اجنبی دوست اسلام کے دشمن ہیں؛ اقوام صہیونیوں کی (علاقے میں) موجودگی کے خلاف ہیں۔ 65 برسوں سے فلسطین کو یادوں سے نکالنے کی کوشش کررہے ہیں، مگر وہ ایسا کرنے میں ناکام رہے ہیں۔

حالیہ چند سالوں کے دوران لبنان کی 33 روزہ جنگ میں اور غزہ کی 22 روزہ جنگ میں اور دوسری مرتبہ آٹھ روزہ جنگ میں مسلم ملت اور اسلامی امہ نے ثابت کر کے دکھایا کہ وہ زندہ ہے، اور امریکہ اور دوسری مغربی قوتوں کی وسیع سرمایہ کاری کے باوجود اپنے وجود اور اپنے تشخص کو محفوظ رکھنے اور مسلط کردہ جعلی صہیونی نظام کو طمانچہ مارنے میں کامیاب ہوئی ہے؛ اور ظالم صہیونیوں کے آقاؤں، دوستوں اور حلیفوں کو جو اس عرصے کے دوران اس مسلط کردہ ظالم اور جرائم پیشہ نظام کو تحفظ دینے کے لئے کوشاں رہے ہیں ناکامی کا منہ دکھا چکی ہے؛ اسلامی امت نے ثابت کر کے دکھایا کہ اس نے فلسطین کو نہیں بھلایا۔ یہ بہت اہم مسئلہ ہے؛ ان ہی حالات میں دشمن کی تمام تر توجہ اس مسئلے کی طرف مبذول کی جاتی ہے کہ اسلامی امت کو فلسطین کی یاد سے غافل کردے؛ لیکن وہ کیونکر؟ اختلاف وانتشار پھیلانے کے ذریعے، خانہ جنگیوں کے ذریعے، اسلام اور دین وشریعت کے نام پر منحرف انتہا پسندی کی ترویج کے ذریعے؛ وہ یوں کہ کچھ لوگ عام مسلمانوں اور مسلمانوں کی اکثریت کی تکفیر کا اہتمام کریں۔

ان تکفیری گروپوں کا وجود جو عالم اسلام میں نمودار ہوئے ہیں استکبار کے لئے اور عالم

اسلام کے دشمنوں کے لئے ایک بشارت اور ایک خوشخبری ہے۔ یہی گروپ ہیں جو صہیونی ریاست کی خبیث واقعیت کوتوجہ دینے کے بجائے، مسلمانوں کی توجہ کو دوسری سمت مبذول کرا دیتے ہیں۔ اور یہ وہی نقطہ ہے جو اسلام کے مطمع نظر کے بالکل برعکس ہے؛ اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ"[1] رہیں؛ مسلمانوں کو دین کے دشمنوں کے مقابلے میں سخت ہونا چاہئے اور ان کے زیر تسلط نہیں آنا چاہئے؛

"اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ

قرآن کی آیت کریمہ ہے۔ آپس میں مہربان اور ترس والے ہوں، ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دیں، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھیں، یہ اسلام کا حکم ہے؛ اسی اثناء میں ایک تفکر اور ایک جماعت معرض وجود میں آئے جو مسلمانوں کو تقسیم کرے مسلم اور کافر میں! بعض مسلمانوں کو کافر کی حیثیت سے نشانہ بنائے، مسلمانوں کو ایک دوسرے سے لڑا دے! کون اس

---

[1] سورہ فتح، آیت 29:

مُّحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاء عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاء بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعاً سُجَّداً يَبْتَغُونَ فَضْلاً مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَاناً سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْراً عَظِيماً۔

ترجمہ: محمد اللہ کے پیغمبر ہیں اور وہ جوان کے ساتھی ہیں، کافروں کے مقابلے میں سخت، آپس میں بڑے ترس والے ہیں، تم انہیں دیکھو گے رکوع اور سجود میں مصروف کہ وہ طلبگار ہیں اللہ کی طرف سے فضل وکرم اور خوشنودی کے۔ ان کی شان ان کے چہروں میں نمایاں ہے سجدے کے نشان سے۔ یہی ان کی توصیف ہے تو ریت میں اور ان کی توصیف انجیل میں اس کھیتی کی طرح ہے جس کے ادھر ادھر کونپلیں پھوٹیں۔ اس کے بعد وہ پھیلی اور اپنے قد وقامت پر کھڑی ہوئی، کہ کاشت کرنے والوں کے لئے خوش آئند ہے تا کہ غم وغصہ میں مبتلا کرے اس سے کافروں کو، اللہ کا وعدہ ہے ان سے کہ جو ان میں سے باایمان اور نیک اعمال رکھنے والے ہوں بخشش اور بڑے اجر وثواب کا۔

حقیقت میں شک کرسکتا ہے کہ ان گروپوں کو وجود میں لانے، ان کی حمایت و پشت پناہی، انہیں مالی امداد دینا اور ان کو ہتھیاروں سے لیس کرنا استکبار کا کام ہے اور استکباری حکومتوں کی خبیث خفیہ ایجنسیوں کا کام ہے؟ وہ بیٹھ کر اسی کام کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ عالم اسلام کو اس مسئلے کی طرف توجہ دینی چاہئے؛ یہ ایک عظیم خطرہ ہے۔

افسوس ہے کہ بعض اسلامی حکومتیں، حقائق کو نظر انداز کرتے ہوئے ان اختلافات کو ہوا دیتی ہیں؛ وہ سمجھتے نہیں ہیں کہ ان اختلافات کو ہوا دینے کے نتیجے میں ایسی آگ بھڑک اٹھے گی جو سب کا دامن پکڑ لے گی؛ یہ استکبار کی خواہش ہے: مسلمانوں کے ایک گروپ کی جنگ دوسرے گروپ کے خلاف۔ اس جنگ کا سبب و عامل بھی وہی لوگ ہیں جو مستکبر قوتوں کے کٹھ پتلی حکمرانوں کی دولت سے فائدہ اٹھاتے ہیں کہ آ کر اس ملک میں اور اُس ملک میں لوگوں کے درمیان جھگڑا کھڑا کر دیں اور استکبار کی طرف سے اس اقدام میں حالیہ تین چار برسوں کے دوران جب سے بعض اسلامی اور عرب ممالک میں اسلام بیداری کی لہریں اٹھی ہیں بہت زیادہ شدت آئی ہے؛ تا کہ اسلامی بیداری کو دیوار سے لگا دیں؛ اور ساتھ ہی دشمن کی تشہیری مشینریوں کے ذریعے تنکے کو پھاڑ بناتے ہوئے اسلام کو دنیا کی رائے عامہ کے سامنے بدصورت ظاہر کریں؛ جب ٹیلی ویژن چینل ایک شخص کو دکھاتے ہیں جو اسلام کے نام سے ایک انسان کا جگر چبا تا ہے تو لوگ اسلام کے بارے میں کیا سوچیں گے؟ دشمنان اسلام نے منصوبہ بندی کی ہے؛ یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں جو یکا یک معرض وجود میں آئی ہوں بلکہ ایسی چیزیں ہیں جن کے لئے عرصے سے منصوبہ بندی ہوئی ہے۔ ان اقدامات کے پس پردہ پالیسی سازی ہے؛ ان کی پشت پر پیسہ ہے؛ ایسے اقدامات کے پس پردہ جاسوسی ادارے ہیں۔

مسلمانوں کو ہر اس عنصر کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے جو وحدت کا مخالف ہو اور وحدت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ ہم سب کے لئے بہت بھاری فریضہ ہے؛ شیعہ کو بھی یہ فریضہ قبول

کرنا پڑے گا اور مختلف شعبوں کو بھی یہ فریضہ سنبھالنا پڑے گا جو اہل تشیع اور اہل سنت کے اندر پائے جاتے ہیں۔

وحدت سے مراد مشترکات کا سہارا لینا ہے، ہمارے پاس بہت سے مشترکات ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان اشتراکات اختلافی مسائل سے کہیں زیادہ ہیں؛ انہیں اشتراکات کا سہارا لینا چاہئے۔ اہم فریضہ اس حوالے سے ممتاز افراد وشخصیات پر عائد ہوتا ہے؛ خواہ وہ سیاسی شخصیات ہوں، خواہ علمی ہوں یا دینی ہوں۔ علمائے اسلام لوگوں کو فرقہ وارانہ اور مذہبی اختلافات کو ہوا دینے اور شدت بخشنے سے باز رکھیں۔ جامعات کے اساتذہ طلبہ کو آگاہ کریں اور انہیں سمجھا دیں کہ آج عالم اسلام کا اہم ترین مسئلہ وحدت کا مسئلہ ہے۔ اتحاد اہداف کے حصول کے لئے: سیاسی استقلال وخودمختاری کا ہدف، اسلامی جمہوریت کے قیام کا ہدف، اسلامی معاشروں میں اللہ کے احکام کے نفاذ کا ہدف؛ وہ اسلام جو آزادی اور حریت کا درس دیتا ہے، اسلام جو انسانوں کو عزت وشرف کی دعوت دیتا ہے؛ یہ آج فریضہ ہے۔

سیاسی شعبے کے ممتاز افراد بھی جان لیں کہ ان کی عزت اور ان کا شرف قوموں کے فرد فرد کے سہارے قابل حصول ہے، نہ کہ بیگانہ اور اجنبی قوتوں کے سہارے، نہ کہ ان افراد کے سہارے جو پوری طرح اسلام کے دشمن ہیں۔

کسی وقت ان علاقوں میں استکباری قوت حکومت کرتی تھی؛ امریکی پالیسی اور قبل ازاں برطانیہ یا بعض دوسرے یورپی ممالک کی پالیسیاں حکم فرما تھیں؛ اقوام نے رفتہ رفتہ اپنے آپ کو ان کی بلا واسطہ تسلط سے چھڑا لیا؛ وہ (استکباری طاقتیں) بالواسطہ تسلط کو سیاسی تسلط کو، معاشی تسلط کو، ثقافتی تسلط کو استعمار کے زمانے کے براہ راست تسلط کے متبادل کے طور پر، جمانا چاہتی ہیں؛ گوکہ وہ دنیا کے بعض خطوں میں براہ راست تسلط جمانے کے لئے بھی میدان میں آرہے ہیں؛

افریقہ میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ بعض یورپی ممالک وہی پرانی بساط دوبارہ بچھانے کی کوشش کررہے ہیں؛ راہ حل، اسلامی بیداری ہے؛ راہ حل اسلامی ملتوں کی شان ومنزلت کی پہچان ہے؛ اسلامی ملتوں کے پاس وسیع وسائل ہیں، حساس جغرافیائی محل وقوع کی حامل ہیں، بہت زیادہ قابل قدر وقعت اسلامی ورثے کی حامل ہیں، بے مثل معاشی وسائل سے سرشار ہیں؛ اگر ملتیں آگاہ ہوجائیں، اپنے آپ کو پالیں، اپنے پیروں پر کھڑی ہوجائیں، ایک دوسرے کو دوستی کا ہاتھ دیں، یہ علاقہ ایک نمایاں اور درخشاں علاقہ بن جائے گا، اور عالم اسلام عزت و کرامت و آقائی کا دور دیکھے گا؛ یہ وہ چیزیں ہیں جو مستقبل میں انشاء اللہ واقع ہونگی؛ ان کی نشانیاں اس وقت بھی دیکھی جاسکتی ہیں: ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی، اس حساس علاقے میں اسلامی جمہوری نظام کا قیام، اسلامی جمہوری نظام کا استحکام۔

امریکہ سمیت استکباری قوتوں نے گذشتہ 35 برسوں سے اسلامی جمہوری نظام اور ملت ایران کے خلاف ہر وہ حربہ آزما لیا ہے جو وہ آزماسکتی تھیں؛ ان کی سازشوں کے برعکس، ملت ایران اور اسلامی جمہوری نظام روز بروز زیادہ طاقتور، زیادہ مستحکم، پہلے سے کہیں زیادہ صاحب قوت ہو چکا ہے اور پہلے سے کہیں زیادہ اور رسوخ حاصل کر چکا ہے، اور انشاء اللہ اس استحکام، اس استقرار اور اس قوت میں اضافہ ہوگا؛ عالم اسلام میں بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ آج نسلوں کی آگہی، اسلام اور اسلام کے مستقبل کے حوالے سے نوجوانوں کی آگہی پہلے کی نسبت کہیں زیادہ ہے اور بعض حوالوں سے ماضی کی نسبت ان کی آگہی بہت زیادہ ہے۔ البتہ دشمن اپنی کوششیں بروئے کار لاتا رہتا ہے لیکن ہم اگر زیادہ توجہ اور بصیرت سے کام لیں تو دیکھ لیں گے کہ اسلامی تحریک کی یہ لہر ان شاء اللہ روبہ ترقی ہے۔

اللہ کی رحمت ہو ہمارے امام بزرگوار پر، جنہوں نے یہ راستہ ہمارے لئے کھول دیا؛ انھوں نے ہمیں سکھایا کہ خدا پر توکل کرنا چاہئے، خدا سے مدد مانگنی چاہئے، مستقبل کے بارے

میں پرامید ہونا چاہئے اور ہم اسی راہ پر آگے بڑھیں اور ان شاءاللہ اس کے بعد بھی یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ اسلام اور مسلمانوں کی فتح و کامیابی کی امید کے ساتھ، اور اس روشن راستے میں شہید ہونے والوں کے لئے رحمت و مغفرت کے ساتھ۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

# چہل احادیث خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

## (۱) محبت رسول و اہل بیت علیہم السلام کی تاکید:

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

اَدِّبُوا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی حُبِّیْ

وَحُبِّ اَهْلِ بَیْتِیْ وَالْقرآنِ۔ [۱]

اپنی اولاد کو مجھ سے، میرے اہل بیت سے

اور قرآن سے محبت کرنے کی تاکید کرو!

**نکتہ**

نوجوانوں اور اہل بیت علیہم السلام کے درمیان جب بہترین رابطہ ہو گا تو وہ بربادی سے محفوظ رہیں گے۔

## (۲) رہبر کی اطاعت:

اِسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا لِمَنْ وَلَّاهُ اللهُ الْاَمْرَ

---

[۱] احقاق الحق: ۴۹۸/۱۸

فَاِنَّهٗ نِظَامُ الْاِسْلاَمِ ۔ [۱]

جس کو خدا نے ولیٔ امر بنایا ہے اس کی باتوں کو سنو اور اطاعت کرو

کیونکہ اس اطاعت سے اسلام کا نظام برقرار رہتا ہے۔

## نکتہ

ولایت ورہبری کے زیر سایہ رہ کر مسلمانوں کے درمیان وحدت برقرار ہوگی اور انہیں عزت ملے گی۔

## (۳) راہِ خدا میں دوستی ودشمنی:

اَحْبِبْ فِی اللّٰہِ وَ اَبْغِضْ فِی اللّٰہِ

وَ وَالِ فِی اللّٰہِ وَ عَادِ فِی اللّٰہِ

فَاِنَّهٗ لَنْ تُنَالَ وِلَایَةَ اللّٰہِ اِلَّا بِذَالِكَ

وَ لَا یَجِدُ رَجُلٌ طَعْمَ الْاِیْمَانِ

وَ اِنْ كَثُرَتْ صَلاَ تُهٗ وَ صِیَامُهٗ

حَتّٰی یَكُوْنَ كَذَالِكَ ۔ [۲]

پیغمبرؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

خدا کی راہ میں محبت اور بغض کرو

اور خدا ہی کی راہ میں دوستی ودشمنی کرو

کیونکہ اس کے بغیر قطعاً خدا کی ولایت نہیں حاصل کر سکتے

---

[۱] امالی مفیدؒ: ص ۱۴

[۲] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۴۴۰

اور کوئی شخص بھی ایمان کا مزہ نہیں پا سکتا
چاہے جتنی زیادہ بھی نمازیں پڑھ لے
اور جتنے زیادہ روزے بھی رکھ لے۔

## (۴) سات مقامات پر محبت اہل بیت علیہم السلام کا فائدہ:

حُبِّیْ وَ حُبُّ اَهْلِ بَيْتِیْ نَافِعٌ فِیْ سَبْعَةِ مَوَاطِنَ اَهْوَالُهُنَّ عَظِيْمَةٌ:
عِنْدَ الْوَفَاةِ
وَفِی الْقَبْرِ
وَعِنْدَ النُّشُوْرِ
وَعِنْدَ الْكِتَابِ
وَعِنْدَ الْحِسَابِ
وَعِنْدَ الْمِيْزَانِ
وَعِنْدَ الصِّرَاطِ۔ [1]

میری اور میرے اہل بیت کی محبت سات (۷) ایسے مقامات پر فائدہ پہنچائے گی جہاں بہت زیادہ خوف و ہراس ہوگا:

۱۔ وفات کے وقت۔
۲۔ قبر میں۔
۳۔ قبر سے، مبعوث ہونے کے وقت۔

---

[1] امالی صدوقؒ: ص ۱۸

۴۔نامۂ اعمال لیتے وقت۔

۵۔حساب کے وقت۔

٦۔میزان وحساب کے وقت۔

۷۔پل صراط سے گزرتے وقت۔

## (۵) برادری و پرہیزگاری کی دعوت:

اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَّاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ

كُلُّكُمْ لِآدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ

"اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقٰكُمْ "[۱]

وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى۔ [۲]

لوگو! تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہی ہے،

تم سب آدم کی اولاد ہو اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے۔

"یقیناً تم میں سب سے اچھا خدا کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار ہے۔"

کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں حاصل ہے

اگر ہے تو صرف تقویٰ کے اعتبار سے ہے۔

**نکتہ:**

اسلام کی نظر میں قوم وقبیلہ اور زبان و رنگ وغیرہ جیسی چیزوں پر فخر کرنا معقول وصحیح نہیں

---

[۱] سورۂ حجرات: ۴۹/ ۱۳

[۲] تحف العقول: ص ۳۴

ہے صرف تقویٰ، فضیلت و برتری کا معیار ہے۔

## (٦) مومن و مسلمان کی علامت:

اَلْمُؤمِنُ مَنْ اٰمِنَهُ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَ دِمَآئِهِمْ
وَ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ یَّدِهٖ وَلِسَانِهٖ
وَ الْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ السَّیِّئَاتِ۔ [١]

مومن وہ ہے جسے تمام مسلمان اپنے اموال اور اپنی جان پر امین سمجھیں۔
مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے تمام مسلمان، امان میں ہوں۔
مہاجر وہ ہے جو برائیوں سے ہجرت کئے ہو اور گناہوں کو چھوڑ دیئے ہو۔

## (٧) اجتماعی ذمہ داری:

مَنْ اَصْبَحَ لَا یَهْتَمُّ بِاُمُوْرِ الْمُسْلِمِیْنَ
فَلَیْسَ مِنْهُمْ
وَمَنْ سَمِعَ رَجُلاً یُّنَادِیْ یَالَلْمُسْلِمِیْنَ!
فَلَمْ یُجِبْهُ فَلَیْسَ بِمُسْلِمٍ۔ [٢]

جو اس حالت میں صبح کرے کہ امور مسلمین کو کوئی اہمیت نہ دے (مسلمانوں کی فکر میں نہ ہو)

---

[١] من لایحضرہ الفقیہ: ۴/ ۳٦۲

[٢] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۵۵۹

وہ ہم میں سے نہیں ہے

اور جو کسی آدمی کو مسلمانوں سے مدد طلب کرتے ہوئے سنے

اس کی اجابت نہ کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔

## (۸) جہاد اکبر:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بَعَثَ بَسَرِیَّۃٍ فَلَمَّا رَجَعُوا قَالَ:

مَرْحَباً بِقَوْمٍ قَضَوْا الْجِھَادَ الْاَصْغَرَ

وَبَقِیَ لَھُمُ الْجِھَادُ الْاَکْبَرُ!

قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَا الْجِھَادُ الْاَکْبَرُ؟!

قَالَ: جِھَادُ النَّفْسِ۔ [1]

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ لوگوں کو جہاد کے لئے بھیجا جب وہ لوگ واپس آ گئے تو آپؐ نے فرمایا:

ان لوگوں کو مبارک ہو جو "چھوٹے جہاد" سے واپس آ گئے لیکن اس سے بڑا جہاد ابھی باقی رہ گیا ہے۔

لوگوں نے عرض کیا: خدا کے نبیؐ! بڑا جہاد کیا ہے؟!

فرمایا: جہاد بالنفس۔

**نکتہ**

بیرونی جہاد کو جو ظاہری طور پر مشکل نظر آتا ہے حقیقت میں اندرونی جہاد کے مقابلہ

---

[1] الاختصاص: ص۲۴۰

میں بہت آسان ہے کیونکہ بیرونی دشمن نظر آتا ہے اس کے خلاف اسلحہ بھی ظاہری استعمال کیا جاتا ہے جبکہ اندرونی دشمن کے خلاف جنگ اس لئے مشکل ہے کہ ایک تو وہ نظر نہیں آتا اور دوسرا اس کے خلاف بیرونی اسلحہ کا استعمال بھی نہیں کیا جا سکتا انسان کے اندر نفس امارہ اندرونی دشمن ہے اور اس کے ساتھ جہاد کرتے ہوئے اپنے ہی خلاف کام کرنا ہوتا ہے جو مشکل ترین کام ہے واقعی بہادر وہی ہے جو اس محاذ پر کامیاب ہو جائے۔

## (۹) بُرے ہمنشین سے دوری:

اَلْجَلِیْسُ الصَّالِحُ خَیْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ
وَ الْوَحْدَةُ خَیْرٌ مِّنْ جَلِیْسِ السُّوْءِ
وَاِمْلَآءُ الْخَیْرِ خَیْرٌ مِّنَ السُّکُوْتِ
وَ السُّکُوْتُ خَیْرٌ مِّنْ اِمْلَآءِ الشَّرِّ ۔ [1]

نیک ہمنشین، تنہائی سے بہتر ہے
اور تنہائی، برے ہمنشین سے بہتر ہے،
نیکی کی تعلیم دینا خاموشی سے بہتر ہے
اور خاموشی، برائی کی تعلیم سے بہتر ہے۔

## (۱۰) رہبر کی ضرورت:

مَنْ مَّاتَ وَ لَیْسَ لَهٗ اِمَامٌ یَّسْمَعُ لَهٗ وَ یُطِیْعُ مَاتَ مِیْتَةً

---

[1] بحارالانوار: ۷۴ / ۸۴

جَاهِلِيَّةً۔ [1]

جو اس حالت میں مر جائے کہ اس کا کوئی ایسا امام ورہبر نہ ہو جس کی باتوں کو سنے اور اس کی اطاعت کرے تو اس کی موت، جاہلیت کی موت ہوگی۔

**نکتہ**

غیبت کے زمانہ میں بھی "ولایت ورہبری" کی پیروی کرنا ایک مذہبی زندگی کی علامت ہے۔ اگر ہم غیبت میں ولایت و رہبری کو چھوڑ دیں تو یہ بھی ایسے ہوگا کہ مکان کی تعمیر کی جائے لیکن اس کی تعمیر کرتے ہوئے جبکہ ہم خود انجینئر بھی نہ ہوں اور کسی انجینئر سے پوچھا بھی نہ جائے یا ہارٹ کے مریض کا علاج بغیر حکیم یا ڈاکٹر کے کیا جائے۔

## (۱۱) ریاست طلبی:

اِنَّ الرِّيَاسَةَ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لِاَهْلِهَا
فَمَنْ دَعَا النَّاسَ اِلٰى نَفْسِهٖ
وَفِيْهِمْ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ
لَمْ يَنْظُرِ اللّٰهُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔ [2]

ریاست (سرداری) صرف اس کی اہلیت رکھنے والے کے لئے مناسب ہے
پس جو شخص لوگوں کو اپنی طرف بلائے
جب کہ ان کے درمیان وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ صاحب علم ہو
تو خداوند عالم بروز قیامت اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔

---

[1] الاختصاص: ص ۲۶۹

[2] الاختصاص: ص ۲۵۱

## نکتہ

اجتماعی ذمہ داریوں کو سپرد کرنے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس کی شائستگی اور اہلیت ہو کسی کی شخصیت کو دیکھ کر یا اس سے بہتر رابطہ وتعلقات کی بنا پر اسے معاشرہ کا ذمہ دار نہ بنایا جائے۔

## (۱۲) مومن کے سات حقوق:

لِلْمُؤْمِنِ عَلَى الْمُؤْمِنِ سَبْعَةُ حُقُوقٍ وَّاجِبَةٍ مِّنَ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ عَلَيْهِ:

اَلْاِجْلَالُ فِيْ عَيْنِهٖ

وَالْوُدُّ لَهٗ فِيْ صَدْرِهٖ

وَالْمُوَاسَاةُ لَهٗ فِيْ مَالِهٖ

وَاَنْ يُّحَرِّمَ غَيْبَتَهٗ

وَاَنْ يَّعُوْدَهٗ فِيْ مَرَضِهٖ

وَاَنْ يُّشَيِّعَ جَنَازَتَهٗ

وَاَنْ لَا يَقُوْلَ فِيْهِ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا خَيْراً۔ [۱]

ایک مومن کے دوسرے مومن کے اوپر خداوند عالم کی جانب سے سات (۷) حقوق واجب ہیں:

۱۔ اپنی نظر میں اس کا احترام کرے۔

---

[۱] من لایحضرہ الفقیہ: ۳۹۸/۴

۲۔اپنے دل میں اس کی محبت رکھے۔
۳۔اسے اپنے مال میں شریک کرے۔
۴۔اس کی غیبت (وبرائی) حرام سمجھے۔
۵۔اس کی بیماری میں جاکر بیمار پرسی (عیادت) کرے۔
۶۔اس کے جنازہ کی تشییع کرے۔
۷۔اس کی وفات کے بعد اسے صرف نیکی سے یاد کرے۔

## (۱۳) بہترین و بدترین چیزیں:

اَحسَنُ الْهَدْیِ هَدْیُ الْاَنْبِیَآءِ
وَاَشْرَفُ الْقَتْلِ قَتْلُ الشُّهَدَآءِ
وَاَعْمَی الْعَمٰی الضَّلالَةُ بَعْدَ الْهُدٰی
وَخَیْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ
وَخَیْرُ الْهُدٰی مَا اتُّبِعَ
وَشَرُّ الْعَمٰی عَمَی الْقَلْبِ۔ [۱]

بہترین روش، انبیاء علیہم السلام کی روش ہے۔
بہترین موت، شہادت کی موت ہے۔
اندھے پن سے بھی زیادہ اندھا پن، ہدایت کے بعد ضلالت و گمراہی ہے۔
بہترین کام وہ ہے جس کا نفع لوگوں کو پہنچے۔

---

[۱] الاختصاص: ص ۳۴۲

بہترین ہدایت وہ ہے جس کی پیروی کی جائے۔

بدترین اندھاپن، دل کا اندھا ہونا ہے۔

## (۱۴) سخن چینی و تفرقہ اندازی:

قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لِاَصْحَابِہٖ: اَلَا! اُخْبِرُکُمْ بِاَشْرَارِکُمْ؟

قَالُوا: بَلٰی یَارَسُوْلَ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلْمَشَّآؤُوْنَ بِالنَّمِیْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَیْنَ الْاَحِبَّةِ الْبَاغُوْنَ لِلْبُرَآءِ الْعَیْبَ۔ [۱]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا: کیا تمھیں یہ بتاؤں کہ تمہارے درمیان سب سے برا کون ہے؟

اصحاب نے عرض کیا: اللہ کے نبیؐ! ضرور بتائیں!

آپ نے فرمایا: سخن چینی کرنے والے، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور وہ لوگ جو بے گناہ لوگوں کی عیب جوئی میں لگے رہتے ہیں۔

## (۱۵) اہانت و ذلت کے مستحق افراد:

ثَمَانِیَةٌ اِنْ اُهِیْنُوْا فَلَا یَلُوْمُوْآ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ:

اَلذَّاهِبُ اِلٰی مَآئِدَةٍ لَّمْ یُدْعَ اِلَیْهَا

وَالْمُتَاَمِّرُ عَلٰی رَبِّ الْبَیْتِ

---

[۱] من لایحضرہ الفقیہ: ۴/ ۳۷۵

وَطَالِبُ الْخَيْرِ مِنْ اَعْدَآئِهٖ
وَطَالِبُ الْفَضْلِ مِنَ اللِّئَامِ
وَالدَّاخِلُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فِيْ سِرٍّ لَّمْ يُدْخِلَاهُ فِيْهِ
وَالْمُسْتَخِفُّ بِالسُّلْطَانِ
وَالْجَالِسُ فِيْ مَجْلِسٍ لَّيْسَ لَهٗ بِاَهْلٍ
وَّالْمُقْبِلُ بِالْحَدِيْثِ عَلٰى مَنْ لَا يَسْمَعُ مِنْهُ۔ [1]

آٹھ (۸) افراد ایسے ہیں کہ اگر ان کی اہانت کی جائے تو وہ اپنے علاوہ کسی اور کی ملامت نہ کریں:

۱۔ جو ایسی دعوت میں جائے جس میں اسے مدعو نہ کیا گیا ہو۔
۲۔ جو مہمان گھر کے مالک (میزبان) کو حکم دے۔
۳۔ جو اپنے دشمن سے بھلائی کا طلبگار ہو۔
۴۔ جو کمینوں سے بھلائی کی امید رکھے۔
۵۔ جس کو دو (۲) افراد نے اپنے راز میں شریک نہ کیا ہو ان کے درمیان مداخلت کرے۔
۶۔ جو حاکم کو سبک سمجھے۔
۷۔ جو ایسی جگہ بیٹھے جس کا اہل نہیں۔
۸۔ ایسے سے اپنی بات کہے جو نہ سنے۔

---

[1] من لایحضرہ الفقیہ: ۴/ ۳۵۵

## (۱٦) دنیا وآخرت کا بہترین اخلاق:

اَلا! اَدُلُّکُمْ عَلٰی خَیْرِ اَخْلاقِ الدُّنْیا وَ الْآخِرَۃِ؟
تَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ
وَ تُعْطِی مَنْ حَرَمَكَ
وَ تَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ۔ [۱]

کیا میں تمہیں دنیا وآخرت کا بہترین اخلاق بتاؤں؟
وہ یہ ہے کہ
جو تم سے قطع تعلق کئے ہو تم اس سے رابطہ برقرار کرو،
جو تم کو محروم کئے ہو تم اسے عطا کرو
اور جو تم پر ظلم کئے ہو تم اسے معاف کردو!

## (۱۷) علم کی فضیلت و بلندی:

بِالْعِلْمِ یُطاعُ اللہُ وَ یُعْبَدُ وَ بِالْعِلْمِ یُعْرَفُ اللہُ وَ یُوَحَّدُ
وَ بِہٖ تُوصَلُ الْاَرْحامُ وَ تُعْرَفُ الْحَلالُ وَ الْحَرامُ
وَ الْعِلْمُ اَمامَ الْعَقْلِ۔ [۲]

علم کے ذریعہ خدا کی اطاعت وعبادت کی جاتی ہے۔

---

[۱] تحف العقول: ص ۴۵
[۲] تحف العقول: ص ۲۸

علم ہی کے ذریعہ خدا کی معرفت اور وحدانیت معلوم ہوتی ہے۔

علم کے ذریعہ صلۂ رحم انجام دیا جاتا ہے۔

حلال وحرام کو پہچانا جاتا ہے۔

علم، عقل کے آگے آگے ہوتا ہے۔

## (۱۸)حسن معاشرت:

اُوصِيكَ بِتَقْوَى اللهِ وَصِدْقِ الْحَدِيثِ

وَالْوَفَآءِ بِالْعَهْدِ

وَاَدَآءِ الْاَمَانَةِ

وَتَرْكِ الْخِيَانَةِ

وَلِيْنِ الْكَلَامِ

وَبَذْلِ السَّلَامِ

وَحِفْظِ الْجَارِ

وَرَحْمَةِ الْيَتِيْمِ

وَحُسْنِ الْعَمَلِ

وَقَصْرِ الْاَمَلِ۔ [1]

میں تمہیں تقوائے الٰہی، راست گوئی، امانت داری، خیانت سے دوری، نرم کلامی اور سلام کی تاکید کرتا ہوں نیز پڑوسی (کے اموال) کی حفاظت، یتیم کے ساتھ مہربانی ونیکوکاری اور

---

[1] تحف العقول: ص۲٦

تمناؤں کو کم کرنے کی تاکید کرتا ہوں۔

## (۱۹) پائیداری کے اسباب:

ثَلاثٌ مَّنْ لَّمْ یَکُنْ فِیْہِ لَمْ یَقُمْ لَہٗ عَمَلٌ:

وَّرَعٌ یَّحْجُزُہٗ عَنْ مَّعَاصِی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ

وَعِلْمٌ یَّرُدُّ بِہٖ جَھْلَ السَّفِیْہِ

وَعَقْلٌ یُّدَارِیْ بِہِ النَّاسَ۔ [۱]

جس کے اندر تین (۳) چیزیں موجود نہ ہوں اس کے کسی کام میں پائیداری نہیں ہوگی:

۱۔ایسی پرہیزگاری جو اسے خدا کی نافرمانی سے روک دے۔

۲۔ایسا علم جس کے ذریعہ بیوقوف کی جہالت کو روک دے۔

۳۔ایسی عقل جس کے ذریعہ لوگوں کے ساتھ مداوا کرے۔

## (۲۰) پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت سمجھو!

اِغْتَنِمْ خَمْساً قَبْلَ خَمْسٍ:

شَبَابَكَ قَبْلَ هِرَمِكَ

وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سُقْمِكَ

وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ

وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ

---

[۱] تحف العقول: ص ۷

وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔ [۱]

پانچ (۵) چیزوں کو پانچ (۵) چیزوں سے پہلے ہی غنیمت سمجھو!

۱۔اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے۔

۲۔تندرستی کو بیماری سے پہلے۔

۳۔مالداری کو تہی دستی (ہاتھ خالی ہونے) سے پہلے۔

۴۔آسودگی کو گرفتاری سے پہلے۔

۵۔زندگی کو موت سے پہلے۔

## نکتہ

خداوندعالم نے جو نعمتیں عطا کی ہیں ان کی قدردانی کرتے ہوئے معنویت کی راہ میں ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

## (۲۱) مشتاق اور خائف کی علامت:

مَنِ اشْتَاقَ إِلَى الْجَنَّةِ سَارَعَ إِلَى الْخَيْرَاتِ

وَمَنْ خَافَ النَّارَ تَرَكَ الشَّهَوَاتِ

وَمَنْ تَرَقَّبَ الْمَوتَ أَعْرَضَ عَنِ اللَّذَّاتِ

وَمَنْ زَهِدَ فِي الدُّنْيَا هَانَتْ عَلَيْهِ الْمُصِيبَاتُ۔ [۲]

جو شخص جنت کا مشتاق ہوگا وہ خیرات (اعمال خیر) کی طرف سرعت کرے گا۔

جو شخص دوزخ کا خوف رکھتا ہوگا وہ شہوتوں کو ترک کرے گا۔

---

[۱] مکارم الاخلاق: ص ۴۵۹

[۲] مکارم الاخلاق: ص ۴۴۷

جوشخص موت کا منتظر ہوگا وہ لذتوں سے منہ موڑ لے گا۔

جوشخص دنیا میں زہد اختیار کرے گا اس کے لئے تمام مصیبتیں آسان ہو جائیں گی۔

## (۲۲) بچوں سے شفقت آمیز رویہ:

اَحِبُّوا الصِّبْیَانَ

وَارْحَمُوْهُمْ فَاِذَا

وَعَدْتُّمُوْهُمْ فَفُوْا لَهُمْ

فَاِنَّهُمْ لَا یَرَوْنَ اِلَّا اَنَّكُمْ تَرْزُقُوْنَهُمْ۔ [1]

بچوں کو دوست رکھو

ان کے ساتھ مہربانی کرو

جب ان سے کوئی وعدہ کروتو پورا کرو

کیونکہ وہ تمہارے بارے میں یہ خیال وعقیدہ رکھتے ہیں کہ تم ہی انہیں رزق دیتے ہو!

**نکتہ**

بچوں کے سرپرست اوران کی تربیت کرنے والے افراد کے لئے بچوں سے معاشرت کے دوران اہم ظرائف (نکات) کی طرف توجہ دینا بہت کارساز ہے۔

## (۲۳) کارخیر میں معاون بیوی کی فضیلت:

اَیُّمَا امْرَاَةٍ اَعَانَتْ زَوْجَهَا عَلَى الْحَجِّ وَ الْجِهَادِ اَوْ طَلَبِ الْعِلْمِ

[1] مکارم الاخلاق: ص۲۱۹

اَعۡطَاهَا اللهُ مِنَ الثَّوَابِ مَا يُعۡطِي امۡرَاَةَ اَيُّوبَ عليه السلام۔ [1]

جوعورت حج، جہاد یا علم دین حاصل کرنے کے سلسلہ میں اپنے شوہر کی مدد کرے گی خدا وند عالم اسے وہ اجر وثواب دے گا جو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی کو (ان کے صبر کرنے پر) دے گا۔

**نکتہ**

علم، جہاد اور عبادت جیسے امور میں بیوی کا تعاون کرنا کامیابی کے تمام اسباب وعوامل میں سے ایک ہے۔

## (۲۴) صرف بیماری کا ڈر!

عَجَباً لِّمَنۡ يَّحۡتَمِيۡ مِنَ الطَّعَامِ مَخَافَةً مِّنَ الدَّآءِ

كَيۡفَ لاَ يَحۡتَمِيۡ مِنَ الذُّنُوبِ مَخَافَةً مِّنَ النَّارِ۔ [2]

اس پر تعجب ہے جو بیماری کے ڈر سے کھانے سے پرہیز کرتا ہے لیکن وہ آتش دوزخ کے ڈر سے گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا ہے!

**نکتہ**

فرہنگی وتربیتی مسائل کی اہمیت، رفاہی اور اقتصادی مسائل سے زیادہ ہے۔

---

[1] مکارم الاخلاق: ص ۲۰۱

[2] مکارم الاخلاق: ص ۱۴۷

## (۲۵) معاشرے پر دو گروہوں کا اچھا اور برا اثر:

صِنْفَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اِذَا صَلُحَا صَلُحَتْ اُمَّتِیْ
وَاِذَا فَسَدَا فَسَدَتْ اُمَّتِیْ
قِیْلَ: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَنْ ھُمْ؟
قَالَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: اَلْفُقَھَآءُ وَالْاُمَرَآءُ۔ [۱]

میری امت کے دو (۲) گروہ ایسے ہیں کہ اگر وہ صالح و نیک ہوں گے تو پوری امت نیک بن جائے گی اور اگر وہی لوگ برائی کرنے لگیں تو پوری امت برائی کرے گی۔
عرض کیا گیا: خدا کے نبیؐ! وہ کون لوگ ہیں؟
فرمایا: فقہا اور ذمہ دار افراد۔

**نکتہ**

اس حدیث سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ کچھ خاص لوگوں کے عمل کا نتیجہ و اثر، معاشرے کے تمام لوگوں پر پڑتا ہے۔

## (۲۶) بدعت برپا کرنے والوں سے برائت:

اِذَا رَاَیْتُمْ اَھْلَ الرَّیْبِ وَالْبِدَعِ مِنْ بَعْدِیْ
فَاَظْھِرُوا الْبَرَآئَۃَ مِنْھُمْ
وَاَکْثِرُوا مِنْ سَبِّھِمْ

[۱] بحار الانوار: ۴۷/ ۱۵۴

وَالْقَوْلِ فِيْهِمْ
وَالْوَقِيْعَةِ
وَبَاهِتُوْهُمْ
كَيْلا يَطْمَعُوْا فِي الْفَسَادِ فِي الْإِسْلامِ ۔ [۱]

جب میرے بعد شک کرنے والوں اور بدعت کرنے والوں کو دیکھنا تو
ان سے برائت و بیزاری کا اظہار کرنا
انہیں خوب برا بھلا کہنا،
ان کے خلاف پر چار کرنا،
عیوب بیان کرنا
اور انہیں متہم کرنا
تا کہ وہ اسلام کو خراب و برباد کرنے کی طمع نہ کریں۔

## (۲۷) بغیر آگاہی کے بربادی ضروری ہے:

مَنْ عَمِلَ عَلٰى غَيْرِ عِلْمٍ كَانَ مَا يُفْسِدُ أَكْثَرَ مِمَّا يُصْلِحُ ۔ [۲]

جو بغیر علم وآگاہی کے کام کرے گا وہ اصلاح سے زیادہ خراب و برباد کر ڈالے گا۔

**نکتہ**

یہ حدیث اشارہ کر رہی ہے کہ کوئی بھی کام ایسے تجربہ کار اور اہل کے سپرد کرو جس کے اندر کام کی صلاحیت موجود ہو اور جس کے اندر یہ صلاحیت نہ ہو وہ ذمہ داری لینے سے پرہیز

---

[۱] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۵۰۸

[۲] بحارالانوار: ۷۴/ ۱۵۰

کرے۔

## (۲۸) سوال، علم کی کنجی ہے:

اَلْعِلْمُ خَزَآئِنُ وَمَفَاتِيحُهُ السُّوَالُ
فَاسْأَلُوا رَحِمَكُمُ اللهُ فَإِنَّهُ يُوجَرُ أَرْبَعَةٌ:
السَّآئِلُ
وَالْمُتَكَلِّمُ
وَالْمُسْتَمِعُ
وَالْمُحِبُّ لَهُمْ۔ [1]

علم پورا ایک خزانہ ہے جس کی کنجی "سوال" (پوچھنا، معلوم کرنا) ہے
پس پوچھو! خدا تم پر رحم کرے گا کیونکہ سوال کرنے کی صورت میں چار (۴) افراد کو اجر وثواب ملتا ہے:

۱۔ سوال کرنے والے کو،
۲۔ جواب دینے والے کو،
۳۔ سننے والے کو
۴۔ اور جو انہیں دوست رکھے گا اس کو۔

### نکتہ

سیکھنے اور سکھانے کے امور میں "سوال و جواب" کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔

---

[1] بحار الانوار: ۱/۴۷/۴۴۱

# (۲۹) خدائی بھلائی

یَآاَبَاذَرٍّ!

اِذَآ اَرَادَاللّٰهُ بِعَبْدٍ خَیْرًا فَقَّهَهٗ فِی الدِّیْنِ وَ زَهَّدَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ بَصَّرَهٗ بِعُیُوْبِ نَفْسِهٖ۔ [۱]

اے ابوذر! جب خدا کسی بندے کے بارے میں بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین میں فقیہ و آگاہ بنا دیتا ہے، دنیا میں زاہد و پارسا بنا دیتا ہے اور اس کو خود اس کے عیوب کے بارے میں بینا بنا دیتا ہے۔

# (۳۰) خوف سے احترام کرنے کا برا نتیجہ:

شَرُّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

الَّذِیْنَ یُکْرَمُوْنَ اتِّقَآءَ شَرِّهِمْ۔ [۲]

قیامت کے دن خدا کے نزدیک سب سے برے وہ لوگ ہوں گے جن سے ڈر کر لوگ ان کا احترام کرتے رہے ہوں گے۔

**نکتہ**

کچھ لوگ دلوں پر حکومت کرتے ہیں اور کچھ لوگ صرف جسموں پر! کامیاب و کامران انسان وہی ہے جو دوسروں کے دلوں پر حکومت کرے نہ جسموں پر۔

---

[۱] بحار الانوار: ۴/۷۴ ۸۰

[۲] اصول کافی: ۲/۷ ۳۲

## (۳۱) خوش نصیب افراد:

طُوْبٰی لِمَنْ طَابَ خُلُقُهٗ

وَطَهُرَتْ سَجِيَّتُهٗ

وَصَلُحَتْ سَرِيْرَتُهٗ

وَحَسُنَتْ عَلَانِيَتُهٗ

وَاَنْفَقَ الْفَضْلَ مِنْ مَّالِهٖ

وَاَمْسَكَ الْفَضْلَ مِنْ قَوْلِهٖ

وَاَنْصَفَ النَّاسَ مِنْ نَّفْسِهٖ۔ [1]

وہ خوش نصیب وقابل مبارکباد ہے جس کا اخلاق اچھا ہو،

اس کی خصلت پاکیزہ ہو،

اس کے پوشیدہ امور صالح

اور ظاہری امور نیک ہوں،

وہ اپنے زائد مال کو (راہ خدا میں) خرچ کرتا ہو،

زائد وفضول باتوں کو روکے رہتا ہو (نہ کہتا ہو)

اور لوگوں کے ساتھ انصاف سے کام لیتا ہو جس طرح اپنے لئے انصاف کو پسند کرتا ہو۔

---

[1] اصول کافی: ۲/ ۱۴۴

## (۳۲)انجام واجبات،ترک محرمات:

اِعۡمَلۡ بِفَرَآئِضِ اللهِ تَكُنۡ مِّنۡ اَتۡقَى النَّاسِ
وَ ارۡضَ بِقِسۡمِ اللهِ تَكُنۡ مِّنۡ اَغۡنَى النَّاسِ
وَ كُفَّ عَنۡ مَّحَارِمِ اللهِ تَكُنۡ اَوۡرَعَ النَّاسِ
وَ اَحۡسِنۡ مُّجَاوَرَةَ مَنۡ جَاوَرَكَ تَكُنۡ مُّومِنًا ۔ [۱]

فرائض الٰہی (واجبات) پرعمل کروتا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ متقی بن سکو۔
خدا کی تقسیم پر راضی رہوتا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بے نیاز بن سکو۔
محرمات الٰہی سے پرہیز کروتا کہ لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیزگار بن سکو۔
اپنے پڑوسی کے ساتھ نیک برتاؤ کروتا کہ مومن بن سکو۔

## (۳۳)سب سے بڑا عیب:

كَفٰى بِالۡمَرۡءِ عَيۡباً اَنۡ يَّنۡظُرَ مِنَ النَّاسِ اِلٰى مَا يَعۡمٰى عَنۡهُ مِنۡ نَّفۡسِهٖ
اَوۡ يُعَيِّرَ النَّاسَ بِمَا لَا يَسۡتَطِيۡعُ تَرۡكَهٗ ۔ [۲]

انسان کے اندر یہی عیب کافی ہے کہ وہ دوسرے لوگوں کے ایسے عیب کی طرف نظر کرے جوخوداس کے اندر موجود ہے مگر اسے نہیں دیکھ رہا ہے

[۱] امالی مفیدؒ:ص ۳۵۰
[۲] امالی مفیدؒ:ص ۷۶

یا وہ لوگوں کی ایسی چیز پر ملامت کرتا ہے جسے خود ترک نہیں کر سکتا۔

## (۳۴) پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی

۔۔۔اِخْوَانِي الَّذِينَ يَأْتُونَ مِنْ بَعْدِكُمْ يُؤْمِنُونَ بِي
وَيُحِبُّونِي وَيَنْصُرُونِي وَيُصَدِّقُونِي وَمَا رَأَوْنِي
فَيَا لَيْتَ قَدْ لَقِيتُ اِخْوَانِي۔ [1]

ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا!

ابوبکر اور عمر نے عرض کیا: کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ جبکہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے ہجرت بھی کی ہے۔

فرمایا: تم ایمان لائے ہو اور تم نے ہجرت بھی کی ہے لیکن کاش میں اپنے بھائیوں کا دیدار کر لیتا!

جب ان دونوں نے پھر اپنی بات کو دہرایا تو آنحضرتؐ نے فرمایا:
تم لوگ میرے اصحاب ہو لیکن۔۔۔
میرے بھائی وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے
وہ مجھ کو بغیر دیکھے میرے اوپر ایمان لائیں گے،
مجھ سے محبت کریں گے، میری نصرت کریں گے اور میری تصدیق بھی کریں گے
کاش میں اپنے ان بھائیوں سے ملاقات کر لیتا!

---

[1] امالی مفیدؒ: ص ۶۳

## نکتہ

اس حدیث سے آخری زمانہ میں اور بارہویں امام علیہ السلام کی غیبت کے دور میں ایمان داری اور دینداری کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

## (۳۵) نیکی پر تعاون کی تشویق:

رَحِمَ اللّٰهُ وَلَداً أَعَانَ وَالِدَيْهِ عَلٰى بِرِّهِ
وَرَحِمَ اللّٰهُ وَالِداً أَعَانَ وَلَدَهُ عَلٰى بِرِّهِ
وَرَحِمَ اللّٰهُ جَاراً أَعَانَ جَارَهُ عَلٰى بِرِّهِ
وَرَحِمَ اللّٰهُ رَفِيقاً أَعَانَ رَفِيقَهُ عَلٰى بِرِّهِ۔ [1]

خدا اُس اولاد پر رحمت نازل کرے جو نیک کام میں اپنے والدین کا تعاون کرے۔
خدا اس باپ پر رحمت نازل کرے جو نیک کام میں اپنی اولاد کا تعاون کرے۔
خدا اس پڑوسی پر رحمت نازل کرے جو نیک کام میں اپنے پڑوسی کا تعاون کرے۔
خدا اُس دوست پر رحمت نازل کرے جو نیک کام میں اپنے دوست کا تعاون کرے۔

## (۳۶) اعمال نیک کے آثار وفوائد:

صَنَائِعُ الْمَعْرُوفِ يَقِيْ مَصَارِعَ السُّوْءِ
وَالصَّدَقَةُ خَفِيّاً تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ
وَصِلَةُ الرَّحِمِ زِيَادَةٌ فِي الْعُمُرِ

[1] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۵۹۲

وَ كُلُّ مَعْرُوفٍ صَدَقَةٌ۔ [1]
نیک اعمال انسان کو بری موت سے نجات دیتے ہیں،
چھپا کر صدقہ دینا خدا کے غضب کو ختم کرتا ہے،
صلۂ رحمی، عمر کو زیادہ کرتی ہے
اور ہر نیکی ایک صدقہ ہے۔

## (۳۷) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہمارے اعمال کی آگاہی:

تُعْرَضُ عَلَيَّ اَعْمَالُكُمْ عَشِيَّةَ الْاِثْنَيْنِ وَ الْخَمِيْسِ
فَمَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ صَالِحٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ
وَ مَا كَانَ مِنْ عَمَلٍ سَيِّئٍ اسْتَغْفَرْتُ اللهَ لَكُمْ۔ [2]
ہر پیر اور جمعرات کی شام کو تمہارے تمام اعمال میرے پاس پیش کئے جاتے ہیں
میں عمل خیر دیکھ کر خدا کا شکر بجالاتا ہوں
اور برے عمل کو دیکھ کر تمہارے لئے خدا سے بخشش کی دعا کرتا ہوں۔

### نکتہ

اگر اس حدیث کو ہمیشہ یاد رکھا جائے کہ ہمارے سارے اعمال کی رپورٹ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے معصومین علیہم السلام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے تو ہم گناہوں سے دوری اختیار کر سکتے ہیں۔

---

[1] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۵۳۶
[2] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۳۸۸

## (۳۸) حساب لئے جانے سے پہلے ہی اپنا حساب کرلو!

حَاسِبُوا اَنْفُسَکُمْ قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوا وَزِنُوْهَا قَبْلَ اَنْ تُوزَنُوا وَ تَجَهَّزُوا لِلْعَرْضِ الْاَكْبَرِ۔ [۱]

قبل اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے تم خود ہی اپنا حساب کرڈالو!

اور قبل اس کے کہ تمہارے اعمال کو تولا جائے تم خود تول لو!

اور قیامت میں پیش کرنے کے لئے آمادہ رہو!

### نکتہ

خودسازی اور تہذیب نفس کے لئے "محاسبہ" ایک نہایت مفید اور ضروری چیز ہے۔

## (۳۹) گناہ کے بعد توبہ:

طُوبٰى لِمَنْ وَّجَدَ فِىْ صَحِيْفَةِ عَمَلِهٖ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ تَحْتَ كُلِّ ذَنْبٍ "اَسْتَغْفِرُ اللهَ"۔ [۲]

وہ خوش نصیب ہوگا جو قیامت کے دن اپنے نامۂ اعمال میں ہر گناہ کے نیچے "اَسْتَغْفِرُ اللهَ" پائے گا اور دیکھے گا۔ (یعنی وہ ہر گناہ کے بعد استغفار وتوبہ کئے ہوگا)۔

---

[۱] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۳۸۰

[۲] وسائل الشیعۃ: ۱۱/ ۳۵۵

## (۴۰) قیامت کی نشانیاں:

اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ الْقِيَامَةِ اِضَاعَةُ الصَّلاةِ وَ اتِّبَاعُ الشَّهَوَاتِ وَ الْمَيْلُ مَعَ الْاَهْوَآءِ وَ تَعْظِيمُ الْمَالِ وَبَيْعُ الدُّنْيَا بِالدِّيْنِ فَعِنْدَهَا يُذَابُ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ فِيْ جَوْفِهٖ كَمَا يُذَابُ الْمِلْحُ فِي الْمَآءِ مِمَّا يَرٰى مِنَ الْمُنْكَرِ فَلَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّغَيِّرَهٗ۔ [1]

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

نماز کو ضائع کرنا، خواہشات نفس کی پیروی کرنا، ہوا و ہوس کی طرف مائل ہونا، مال کی تعظیم کرنا اور دین کو دنیا کے عوض میں بیچ دینا (یہ سب قیامت کے قریب ہونے کی نشانیاں ہیں)

اس وقت جس طرح نمک، پانی کے اندر گھل جاتا ہے مومن کا دل بھی اندر ہی اندر پانی ہو جائے گا کیونکہ ایسی ایسی بری چیزوں کو دیکھے گا جن کے بدلنے پر کوئی قدرت و توانائی نہ رکھے گا۔

تمت بالحمد والصلاۃ علی محمد وآل محمد علیہم السلام

---

[1] وسائل الشیعۃ: ۲۷۶/۱۱